القول المقبول

فی

عظمة قول اللّٰه والرسول

جل وعلیٰ وصلی اللّٰه علیه وسلم

جمعیة عالیه اسلامیه مرکزیه مؤتمر علماء پاکستان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بافاضات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت
مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب
قادری رحمۃ اللہ علیہ
بیادگار
تاجدار اہلسنت سلطان العلوم
صدر الافاضل استاذ العلماء
نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ
ومن دخلہ کان امنا
محمد رسول اللہ والذین معہ
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ
بالطاف عالیہ
تاج العلماء حضرت علامہ مولینا
مفتی محمد عمر صاحب نعیمی محدث
کراچی
رئیس التحریر
فقیہ العصر علامہ مفتی محمد اعجاز
الرضوی شیخ الفقہ جامعہ نعیمیہ
لاہور
ہفت روزہ
سواد اعظم
لاہور
مدیر مسئول
حکیم سید غلام معین الدین نعیمی برکاتی
نائب مدیر
غلام قطب الدین احمد
نعیمی برکاتی
حمایت مذہب اصلاح معاشرت تہذیب اخلاق سیاست اسلامیہ اور استحکام پاکستان کے لئے شائع ہوتا ہے۔

ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا

الحمد للہ والمنۃ

کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ حالات انتقالات امام معلوم ہونے پر پیروی افعال امام کے عدم جواز میں مدلل ومحقق رسالہ اور رسالہ "مکبر الصوت" کا سنجیدہ ومتین جواب

القول المقبول

فی

عظمۃ قول اللہ والرسول

مؤلفہ

مفتی اعظم پاکستان فقیہ افخم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صاحبداد خانصاحب
شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ دامت برکاتہ

یکے از مطبوعات

ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم موچی گیٹ لاہور

تبلیغی سلسلہ ۱۲ — قیمت بارہ آنے — مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بدعت ہے

مسبملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً۔ شریعتِ مطہرہ کے احکام محکم، غیر متزلزل اور دائمی ہیں۔ اس میں تغیر و تبدل اور مداخلت احداث فی الدین ہے جبکہ شریعت نے قرأتِ امام کی آواز تمام مقتدیوں تک پہنچانا لازم اور ضروری قرار نہیں دیا، تو تمام مقتدیوں کو امام کی قرأت کی آواز پہنچانے کی خارجی سعی کرنا سراسر تکلیف اور غیر مکلف سعی ہے۔ اسی طرح تکبیراتِ انتقالات میں ہم آہنگی، اور صوتِ امام کو تمام مقتدیوں تک پہنچانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا، دو حال سے خالی نہیں یا تو مقتدی تھوڑے ہونگے کہ صوتِ امام انکو براہِ راست مسموع ہو جاتی ہو گی، تو ایسی صورت میں اصلاً کسی مدد و اعانت کی حاجت ہی نہیں۔ یا مقتدی کثیر ہوں گے کہ صوتِ امام انکو پہنچ ہی نہ سکتی ہو، تو اسکے لیے شریعت نے بدل دکھا کہ مکبّرین (جو شریکِ فی التحریمہ ہوں) کو قائم کرکے امام کی تکبیر کے تھوڑے وقفہ کے بعد اعادہ کرتے رہیں، جیسا کہ احادیثِ منقولہ اور کتبِ فقہ متداولہ میں مصرح ہے۔ اور شرائطِ مکبّرین واضح ہیں۔ دریں صورت جبکہ شریعتِ مطہرہ نے تکبیراتِ انتقالات کے لیے مکبّرین کے قیام کی سنّتِ متوارثہ ارشاد فرمائی ہے، تو اب کسی جدید سائنسی آلات کا دخل در عبادت چہ معنی دارد۔

ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز عین صوتِ امام ہے یا مثل و غیر صوتِ امام۔ متبعینِ سنّتِ مطہرہ و مقلدینِ ائمہ مجتہدین کے لیے صرف اتنا دیکھنا کافی ہے کہ آیا کسی عمل سے کسی سنّت اور مسئلہ شرعیہ کا ارتفاع لازم نہ آئے جب کسی عمل سے کسی سنّت اور حکمِ شرع کا ارتفاع لازم آتا ہے، تو تمام علمائے ملت اور فقہائے شریعت کے نزدیک وہ بدعت اور محدث ہے۔ لامحالہ جب بوقتِ ضرورت

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں کیا گیا، تو سنّتِ قیام مکبّرین کا ارتفاع لازم آیا۔ لہٰذا قطع نظر عینیت و مثلیت و غیریتِ صوتِ امام، نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال سرے سے ہی بدعتِ سیّئہ ہوگا۔

اور اگر بطریقِ تنزّل عینیت و غیریت کے اعتبار سے غور کیا جائے، تو خود اسکے موجدین (سائنسدان) ابتک یہ نہیں بتا سکے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے؟ تو پھر ہم کسطرح اسکی عینیت پر حکم لگا سکتے ہیں۔

غرضکہ بہر طریق نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناروا، اور بدعتِ سیّئہ ہے اور مثلیت و غیریت (جیسا کہ ابتک متحقق ہے) کے اعتبار سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ رکوع و سجود اور تکبیراتِ انتقالات کرنا مفسدِ نماز ہے' وھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالے و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالے علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

فاضلِ محقق مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علّامہ مولانا مفتی محمد صاحبداد خانصاحب شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ لازالت شموس فیضانہٖ نے رسالہ "مکبّر الصوت" کے جواب میں زیرِ نظر مقالہ رقم فرمایا ہے۔ رسالہ "مکبّر الصوت" میں جو شبہات امتِ مسلمہ میں پھیلانے کی سعی کی ہے، اسکا علیٰ وجہ الکمال نہایت متانت و سنجیدگی، اور محقق و مدلّل طریق پر ازالہ کی سعیِ بلیغ فرمائی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مجیبِ موصوف کو جزائے جمیل مرحمت فرمائے، اور اہلِ انصاف کو طمانیتِ قلب سے ملاحظہ کرنے، اور حق کے واضح ہونے پر قبول و رجوع کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین۔

آخر میں راقم السطور علمائے کرام (فضلہم اللہ تعالیٰ فی الدارین) کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ ان کا منصبِ جلیل یہی ہے کہ وہ اتباعِ سنّت، اور پیرویِ شریعت کی تلقین کریں، نئے نئے آلات کی دیدہ زیبی، اور اس کے ظاہری حسن کی چمک پر

نہ جائیں، اور ہرگز ہرگز شرعیات میں انکی مداخلت گوارا نہ کریں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو اتباعِ سُنّت، پیرویِ شریعت کی توفیق رفیق فرمائے۔ آمین

خادمِ دین وملت

غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ عالیہ اسلامیہ مرکزیہ۔ موتمر علماء پاکستان
مدیرِ اعلیٰ ہفت روزہ "سوادِ اعظم" لاہور

۷۸۶

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ جو مسئلہ اور حکمِ شرعی نہایت وضاحت کے ساتھ قرآنِ عظیم اور احادیثِ صحیحہ میں آچکا ہو اُسکے مقابلہ میں کسی نئی روشنی کے دلدادہ اہلِ علم کا غلط اجتہاد اور قیاس آرائی کر کے اُس میں تغیر و تبدل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں بیجا تاویلات کے ذریعہ نہ صرف خود اس حکم کی انحرافی پر اصرار کرے، بلکہ زبان و قلم سے اس حکم عدولی پر اصرار کے ساتھ عوام کی ہمت افزائی بھی کرتا رہے، تو کیا وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا کے ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق یہ احکامِ حق تعالےٰ سے کھلی ہنسی اور مذاق ہے یا نہیں ؟

مثلاً قرآن و حدیث میں صاف طور پر یہ حکمِ شرعی بیان ہوا ہے کہ جہری نماز بلند آواز سے نماز نہ پڑھو، اس پر وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ والی نہی صاف دلالت کرتی ہے، اور ساتھ ہی وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا کہکر درمیانی آواز سے نماز پڑھنے کا صاف حکم اور وجوبی امر ارشاد فرمایا ہے، اور احادیثِ صحیحہ میں بھی درمیانی آواز سے نماز پڑھنے کا صریح تاکیدی حکم موجود ہے۔ اسکے علاوہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ عملی تعامل اور اس پر وجوبی مواظبت رہی ہے، اور صحابۂ کرام تابعین عظام اور تبع تابعین فخام کا اجماعی تعامل، بلکہ آج سے پہلے تمام امتِ مسلمہ اور سلفِ صالحین کا اجماعی اور متفقہ تعامل رہا ہے۔ اب ان تمام شواہد و دلائل کے رد میں نمازوں میں آلہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جہرِ مفرط اور زیادہ بلند آواز ہی کو درمیانی آواز سے تعبیر کرنا، اور ایک نماز جیسے دینی امر میں اِس فتنہ واحداث فی الدین و بدعت کو رواج دینا، اور تمام نصوص و شرعی دلائل کو رد

کرکے اسکے مقابلہ میں یہ تاویل گھڑنا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی صریح ممانعت قرآن وحدیث میں نہیں ہے، اسلیے جائز و مباح ہے۔ کیا ایسے ممنوعہ مباحات سے قرآن وحدیث کے اوامر ونواہی اور نصوص کو رد کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ یا یہ تاویل گھڑنا کہ جہری نماز میں درمیانی آواز سے پڑھنے کا حکم فقط امام کی اصلی آواز سے تعلق رکھتا ہے، لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مصنوعی بلند آواز ہی سے تعلق نہیں ہے۔ کیا ایسی تاویل سے قرآن وحدیث کے احکام کو بدلا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اگر بدلا جاسکتا ہے تو اسکے لیے کوئی مضبوط شرعی دلیل ہے یا نہیں ؟ اور بعض حضرات نے تو قرآن وحدیث سے سند پیش کیے بغیر یہ رٹ لگانی شروع کردی ہے کہ سرے سے یہ مبارک آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ والی ہی منسوخ ہے، جیساکہ رسالہ "مکبر الصوت" طبع دوم ص۸۱ سے ص۸۳ تک مطبوعہ لاہور آرٹ پریس ۱۵، انارکلی لاہور میں ہے، کیا بغیر ناسخ آیت یا حدیث متواتر پیش کیے کسی کے مرجوح اور ضعیف قول سے قرآنی حکم منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

المستفتی سید غوث محمد شاہ جیلانی مولوی عالم عربی سندھ یونیورسٹی

ساکن موضع میوہ پدھارہ پوسٹ بھیری ضلع نواب شاہ سابق سندھ

ھو الملھم للسداد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۔ واللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ ۔ واللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع و من دعوۃ لا یستجاب بھا ۔ اما بعد راقم الحروف کی طرف سے

کئی دفعہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر یعنی آلہ مکبر الصوت یا بلند گو وغیرہ
نو ایجادات کا استعمال اُس وقت تک بلاشبہ جائز و مباح ہے، جبکہ شرعی احکام سے
اُسکا ٹکراؤ نہ ہو، اور اس مباح کا اثر کسی شرعی مستحب و مسنون و واجب و فرض
کے ترک ہونے پر نہ پڑے، یا کراہت و اسائت و تحریم کی ممنوعیت پر نہ پڑے۔
اور واضح کیا گیا تھا کہ قرآن و احادیث کی نصوص سے ظاہر ہے کہ جہری نمازوں میں قرأت
درمیانی آواز سے پڑھی جائے، کیونکہ نماز میں آلہ جہیر الصوت کی مفرط جہری آواز درمیانی
آواز کے صریح خلاف ہے۔ لہٰذا نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع ہے، اور قرآن و
حدیث کی نصوص، اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعامل اور عملی مواظبت اور
صحابۂ کرام اور تمام سلف صالحین کے متحدہ اور اجماعی تعامل کے خلاف یہ صریح احداث
فی الدین اور بدعتِ ضالہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث
فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (متفق علیہ) اور دوسری حدیث میں ہے فمن رغب
عن سنتی فلیس منی۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۲۷) وعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
اور اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (مشکوٰۃ ص۳۰) یعنی حضور انور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو چیز ہمارے دین میں نہیں آئی اُسے دینی کام میں داخل کرنا
مردود ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس نے ہماری سُنّت سے مُونھ موڑا وہ ہم سے نہیں ہے۔ اور
حدیث میں ہے کہ تم پر میری سُنّت اور خلفاءِ راشدین کی سُنّت لازم ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے
کہ سوادِ اعظم کی پیروی کرو، کیونکہ جو اس سے جُدا ہوا جہنم میں گیا۔" انکے مقابلہ میں عرب و عجم میں
اگر ایسا فتنہ رواج پاتا ہے، تو یہ شرعی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ حسب حدیث مسلم و ابن ماجہ
من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا
من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۳۳)
و ابن ماجہ۔ یعنی جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ نکالتا ہے، تو اس ایجادِ بُرائی کا گناہ بھی

اس پر ہے، اور اس بُرائی پر چلنے والوں کے گناہ میں بھی اسکی شرکت شمار ہوگی، اور اس سے بُرائی کرنے والوں کے گناہ میں بھی کمی نہ ہوگی۔

اور یہ بھی ایک اسلام میں ایسا فتنہ رواج پذیر ہو رہا ہے، جیساکہ اسلامی وضع قطع اور تہذیب کے خلاف مغربی وضع قطع، اور مغربی تہذیب وتربیت وفیشن عرب وعجم میں رواج پا چکا ہے، مگر جسے حق تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

جبکہ پہلی بار رسالہ "مکبر الصوت" شائع ہوا، تو حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی مدظلہ العالی کی طرف سے اور دوسرے علماءِ اہلِ سُنّت کی طرف سے زبانی وتحریری اصرار ہوتا رہا کہ اس رسالہ کے شائع ہونے سے اپنے لوگوں میں بھی عام غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، لہٰذا مدلّل ومسکت وموزوں جواب لکھکر غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے، اور من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ کے صریح ارشاد پر عمل کیا جائے۔

مگر افسوس ہے کہ آجکل ہماری طبیعتوں میں خلوص وللّٰہیت نہیں ہے، اور نفسانیت بڑھ گئی ہے، اگر نیک نیتی اور اصلاح کی غرض سے قلم اُٹھایا جائے، تب بھی کشیدگی ہوتی ہے، خصوصاً ایک فروعی مسئلہ میں، جبکہ کئی بار اپنا فرضِ منصبی ادا کیا گیا ہے اس میں اپنوں سے اُلجھنا اور بھی نہایت ناپسند ہے، اسلیے اُن حضرات کے اصرار کو ٹالتا رہا، اس اُمید پر کہ کوئی دوسرا بزرگ اس پر قلم اُٹھائے۔

اسی درمیان میں رسالہ "مکبر الصوت" کے دوسرے ایڈیشن نے جمعیتِ اہلِ سُنّت قصور کی طرف سے شائع ہوکر سوئے ہوئے فتنۂ اختلاف کو پھر جگایا، اور پھر جب حضرت مولانا بدایونی صاحب تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ براہِ نیر پور میرس تشریف لائے، تو بیحد اصرار فرمایا۔ لہٰذا بغرض اصلاح عرض کرنا موزوں نظر آیا۔ اگر کہیں کوئی جملہ ناپسند آئے، تو معاف فرمایا جائے، مقصود اصلاحِ نماز اور خوشنودیٔ حق تعالیٰ ہے، کسی کی تردید ہرگز مقصود نہیں، اور نہ نئی ایجادات کے استعمال کو

مطلقاً منع کرنا موزوں ہے، جہاں شرعی احکام سے ٹکراؤ نہ ہو، بلا شبہ لاؤڈ اسپیکر وغیرہ ایجادات سے نفع اٹھانا جائز اور مباح ہے، اور ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر بھی کہ یہ آواز اور انکر الاصوات نماز کی روح اور خشوع و تذلل اور قنوتِ قلبی کے صریح خلاف ہے، جس پر وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ کا ارشاد شاہد ہے، اور اسکی تفصیل سورۂ مؤمنون پارہ ۱۸ کے اول میں موجود ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ یعنی بیشک فلاح پا گئے وہ مومنین جو اپنی نمازوں کو خشوع سے ادا کرتے ہیں۔

اور سوال سے ظاہر ہے کہ احکام صریحہ قرآن و حدیث کی انحرافی اور خلاف ورزی بیجا تاویلات کے ذریعہ حسب ارشاد وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا کے مطابق ایک کھلی ہنسی اور مذاق ہے، اور نصوصِ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں غلط اجتہاد اور فاسد قیاس کرنا آج کے پُر فتن دور میں بُری بے راہ روی اور لامذہبیت کا دروازہ کھولنا ہے اگر کسی کو اپنے غلط قیاس و اجتہادِ فاسد پہ ناز ہے، تو دنیاوی حکومت کے کسی قانون کی بیجا تاویل گھڑ کر کوٹ کی توہین کر کے دیکھے، تو یہ مسئلہ سزا پانے کے بعد بہت آسانی سے سمجھ میں آجائیگا۔ تو جب انسانی قانون، اور حکم حاکم مجازی میں ایسی جرأت کرنا موجبِ سزا ہے، تو حضرتِ احکم الحاکمین جلّ شانہٗ کے احکام میں کیوں ایسی ناجائز جرأت کیجاتی ہے۔

افسوس ہے کہ آج نصوصِ صریحہ قرآن و حدیث کی مقابلہ میں اپنے قیاساتِ فاسدہ کے پیش کرنے کی جرأت، بے جا تاویلات سے کیجاتی ہے، حالانکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مجتہدِ اعظم اور مقدس بزرگ نصوصِ قرآن و حدیث کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں اذا صح الحدیث فھو مذھبی یعنی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ شامی جلد اول صفہ فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وقد حکی ذلك ابن عبد اللہ عن ابی حنیفة وغیرہ من الائمة اھ انتہی۔ جب تمام مجتہدینِ کرام کا نصوصِ قرآن و حدیث کے آگے

سرِتسلیم خم ہے، تو آج کے مفتیانِ کرام کے قیاساتِ فاسدہ کس شمار و قطار میں ہو سکتے ہیں، جبکہ قرآنِ کریم کا صریح کھلا اعلان ہے کہ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۂ احزاب۔ پارہ ۲۲ رکوع ۲) یعنی کسی مومن مرد اور عورت کو اپنے کسی بھی کام میں خدا تعالیٰ اور اُسکے برحق رسول کے فیصلہ کے مقابلہ میں کوئی اختیار ہی نہیں ہے، اور جس نے حضرت رب العزت جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، وہ بڑی کھلی گمراہی میں ہے۔"

صریح نصوصِ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں قیاساتِ فاسدہ سے کام لینے والے حضرات اس آیۂ مبارکہ کے صاف آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ لیں۔

مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق صفحہ ۲۸۴ میں ہے کہ ایک شخص نے تین طلاقیں بیک وقت اپنی بیوی کو دیں، جب حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی گئی، تو بہت برافروختہ ہو کر فرمایا کہ میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلتا ہے، ایک شخص اُٹھا اور کہا کہ میں اسے قتل نہ کر دوں ؟ اسی طرح دوسرے کے متعلق فرمایا، خدائی آیات سے کھیلتا ہے۔ اس نے سو طلاق بیک وقت دی تھیں۔

قرآنی معجزہ
اور
مجوّزین حضرات کی ایک بڑی غلطی

علمی دنیا پر یہ حقیقت روشن ہے کہ مباح کام کا کرنا بھی جائز، اور نہ کرنا بھی جائز اُسوقت تک ہوتا ہے کہ کتاب وسُنّت وغیرہ دلائلِ شرعیہ کے اوامر اور نواہی سے ٹکر نہ کھائے اسکے متعلق اگر عام نہی وارد ہے، تو مباح ہرگز مباح نہیں رہیگا، اُسے ترک کرنا پڑیگا

اور اگر مباح کے متعلق کوئی امر وارد ہوا ہے، تو بھی مباح ہرگز مباح نہیں رہیگا، بلکہ اُسے کرنا پڑے گا، اباحت اُس کی ختم ہو گئی۔

نماز میں لاوڈ اسپیکر کی حد سے زیادہ بلند آوازی پر کتاب و سُنّت میں صریح نہی اور عام ممانعت وارد ہوئی ہے، اور جہری نمازوں میں درمیانی اور متوسط آواز سے پڑھنے کا عام حکم ہے۔ اب اسی اصول کی بنا پر ہمارے مجوّزین حضرات نے سب سے پہلے جو بڑی غلطی کی ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی کے خلاف جو مباح ہرگز مباح نہیں رہا، اُس پر اتنا زور دیکر آپس کے فتنۂ اختلاف کو بڑھایا ہے کہ ضروریاتِ دین، اور کتاب و سُنّت کے ضروری اوامر و نواہی پر بھی اتنا زور نہیں دیا جاتا ایک سَو دُس صفحے کا رسالہ لکھکر اُسے دوبارہ بھاری خرچ سے چھپوا کر شائع کیا، اور اسکی دیکھا دیکھی پر نہ فقط پاکستان ہی میں، بلکہ بھارت میں بھی علماءِ اہل سُنّت بریلی میں بڑی لے دے ہو رہی ہے۔ ان حضرات نے اتنا بھی نہ سوچا کہ مکبر الصوت میں امام کی اگر اصلی آواز ہے، تب بھی قرآن و حدیث کی رُو سے زیادہ بلند آوازی ممنوع ہے، اور ممنوع کو مباح سمجھنا خود بڑی غلطی، اور اس غلطی پر زور دینا اور اصرار کرنا دُھری بڑی غلطی ہے کہ قرآن و حدیث سے ٹکّر لیکر نصوص کے مقابلہ میں بیجا تاویلات گھڑنے پر زور دیتا تو ہلکا گناہ سمجھا جائے، مگر اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے اقوال کی کوئی ادنیٰ تاویل بھی کرے تو بڑا مجرم سمجھا جائے۔ اس سے آپ کا احترام گھٹانا مقصود نہیں، بلکہ قرآن و حدیث کی زیادہ عظمت مقصود ہے۔

پھر رسالہ "مکبر الصوت" میں اپنے مزعومہ مباح پر اتنا زور دیا ہے کہ بے دھڑک قرآن و حدیث کے صریح اوامر و نواہی کو نہ فقط کمزور اور بے اعتبار دکھلانے کی کوشش کی ہے، بلکہ بغیر معتبر سند و دلیل صاف طور پر منسوخ بتانے کی غلط جرأت کی ہے۔

مگر چونکہ قرآنِ عظیم قیامت تک کے لیے زبردست زندہ معجزہ ہے اپنی اعجازی

شان دکھائے بغیر نہیں رہ سکتا، جو بھی اس سے ٹکرائے گا اُسے مُونہہ کی کھانی پڑے گی۔

رسالہ "مکبر الصوت" میں ص۷۹ سے لیکر ص۸۳ تک آیتِ کریمہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝ کو منسوخ منسوخ کہنے کی بہت بڑی کوشش کی ہے اور ص۸۳ کے آخر میں نہایت غیر شعوری طور پر بدیاختہ بڑی وضاحت سے مصنف ہی کے قلم سے ایسے صریح اور واضح الفاظ نکلے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب اور عذر اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہو چکا ہے، مگر اسکا مسنون حکم ایسا باقی ہے جیسا کہ طواف میں رمل کا حکم باقی ہے (پوری تفصیل آگے انشاء المولیٰ تعالیٰ آرہی ہے) یہاں فقط رسالہ کے الفاظ نقل کرنا موزوں ہیں:۔

"بدائع و عنایہ میں ہے وان زال ھذا العذر لبقیت ھذہ السنۃ کالرمل فی الطواف ونحوہ ۱۲ منہ غفرلہٗ (حاشیہ رسالہ مکبر الصوت ص۸۳۔ اور اسی جگہ ہے) کہ کفایہ اور بحر رائق میں فرمایا وھذا العذر وان زال بغلبۃ المسلمین فالحکم باق لان بقائہ یستغنی عن بقاء السبب۔ یعنی وہ عذر شرارتِ مشرکین اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہو چکا مگر وہ حکم باقی ہے، اسلیے کہ اسکی بقا بقاءِ سبب سے مستغنی بے پرواہ ہے"۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

اب حضرتِ مصنف صاحب سے کوئی مسلم پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ جب آیتِ مبارکہ کی تلاوت بھی باقی ہے، اور مسنون حکم بھی باقی ہے، تو اسکے متعلق منسوخ منسوخ کی رٹ لگانی یہ کہاں کی فقیہانہ دیانت ہے۔ فافہم وتدبر۔

اسی آیت کے تحت امام فخر الدین رازی نے صاف لکھا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، جو منسوخ کہتا ہے، وہ حق سے بعید ہے۔ اسی طرح تفسیر حقانی جلد ۵ ص۱۱۵ میں ہے کہ اس آیت کو منسوخ کہنا ہی غلطی ہے" انتہی بلفظہٖ۔ تفصیل آگے بحثِ تفسیر میں آرہی ہے انشاء المولیٰ العزیز۔ اور مسلمہ مسنون حکم کا تارک اگرچہ صغیرہ سہی، مگر اس پر اصرار

آیتِ کریمہ ولا تجہر بصلوٰتک الآیۃ منسوخ نہیں، مصنف مکبر الصوت کی غلطی

اور ہمیشگی کرنے والا یقیناً فاسق مرتکب کبیرہ ہے، اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اور آیت کے حکم کے مطابق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر مواظبت سے واجب ہوا لازم، اور واجب کا ترک بھی گناہ کبیرہ ہے، اور ایسے گناہ پر اصرار بطریق اولیٰ فسق ہے ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا بھی بطریقِ اولیٰ مکروہ تحریمی ہے۔

قرآنِ عظیم سے انوکھے فقہی دلائل

سورۂ اعراف کے آخر میں آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ کے صریح حکم اور نص واضحۃ الدلالۃ کے مطابق ہمارے فقہائے کرام نے قرآنِ پاک سننے کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ قرآنِ پاک نماز اور غیر نماز میں پڑھا جائے، اسی لیے بازاروں، گلی کوچوں، اور ایسے اوقات میں جبکہ لوگ اپنے اپنے کام کاج میں مشغول ہوں، یا نمازی نماز پڑھ رہے ہوں، یا معذور لوگ نیند میں ہوں تو قرآن کو بلند آواز سے پڑھنا عوام کے لیے حرج اور ایذاء کا باعث ہے۔ فلہٰذا ترک واجب کا گناہ پڑھنے والے کی گردن پر ہوگا۔ اور ضروری ہے کہ قرآنِ پاک کا احترام کیا جائے اور آہستہ نیچی آواز سے، یا درمیانی آواز سے قرآن پاک پڑھا جائے۔ اسی اصول پر جن مساجد وغیرہ مقامات پر مکبر الصوت کے ذریعہ قرآنِ پاک نہایت بلند آواز اور جہرِ مفرط سے پڑھا جاتا ہے، اور دُور دُور تک آواز گھروں میں کام کاج کرنے والوں کو، یا معذور نیند کرنے والوں کو سُنائی دیتی ہے، اور وہ مجبوریوں کے باعث نہیں سُن سکتے تو اسکا گناہ پڑھنے والے، اور مکبر الصوت کے نصب کرنیوالوں سب پر ہوگا، جیسا کہ درمختار فصل فی القرأت کے آخر میں ہے کہ یجب الاستماع للقراءت مطلقاً لان العبرۃ لعموم اللفظ انتہیٰ۔ اسکے تحت علامہ شامی تصریح فرماتے ہیں کہ ای فی الصلوٰۃ وخارجہا لان الاٰیۃ وان کانت واردۃ فی الصلوٰۃ علیٰ ما مر

فالعبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ثم ہٰذا حیث لا عذر ولذا قال فی القنیۃ صبی یقرء فی البیت واہلہ مشغولون بالعمل یعذرون فی ترک الاستماع ان افتتحوا العمل قبل القراءۃ والا فلا وکذا قراءۃ الفقہ عند قراءۃ القرآن وفی الفتح عن الخلاصۃ ورجل یکتب الفقہ وبجنبہ رجل یقرء القرآن فلا یمکنہ استماع القرآن فالاثم علی القاری وعلیٰ ہٰذا لو قرء علی السطح والناس نیام یأثم اھ ای لانہ یکون سبباً لاعراضہم عن استماعہ اولانہ یوذیہم بایقاظہم تامل الخ انتہٰی - اور آگے چل کر پھر لکھا ہے کہ یجب علی القاری احترامہ بان لا یقرء فی الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرء فیہا کان ہو المضیع لحرمتہ فیکون الاثم علیہ دون اہل الاشتغال دفعا للحرج وتمامہ فی ط ونقل الحموی عن استاذہ قاضی القضاۃ یحیی الشہیر بمنقاری زادہ ان لہ رسالۃ حقق فیہا ان استماع القرآن فرض عین انتہی (شامی جلد اول ص ۳۰۰)

یعنی قرآن کا سننا مطلقاً واجب ہے، کیونکہ الفاظ کی عمومیت کا اعتبار ہے، اسباب کی خصوصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے - نماز میں یا خارج نماز جب بھی قرآن پڑھا جائیگا سننا واجب ہوگا اسی اصول کی بِنا پر کسی گھر میں کوئی لڑکا قرآن پڑھتا ہے، اور لوگ پہلے سے اپنے کاموں میں مشغول ہیں، تو نہ سننے پر معذور قرار دیئے جائینگے - اور اگر قرآن کی پڑھائی شروع ہونیکے بعد گھر کے لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں تو معذور نہیں ہیں - اسی طرح اگر کوئی قرآن پڑھتے وقت علم فقہ پڑھنے میں مشغول ہوتا ہے، تو اُسکا بھی یہی حکم ہے - اور فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی علم فقہ لکھنے میں مشغول ہے، اور اُسکے پہلو میں دوسرا قرآن پڑھنا شروع کرتا ہے، اور لکھنے والا مشغولیت کے باعث قرآنِ پاک نہیں سُن سکتا، تو اسکا گناہ قرآن پڑھنے والے پر ہوگا - اور اسی طرح اگر کوئی مکان کی چھت پر قرآن پڑھتا ہے، اور لوگ سورہے ہیں، تو پڑھنے والا ہی گنہگار ہوگا

کیونکہ قرآنِ پاک سُننے سے یہی اسکی رُوگردانی کا سبب بنا ہے، اور مکان کی چھت پر قرآن پڑھنے والا لوگوں کی نیند میں خلل ڈالکر لوگوں کی ایذاء رسانی کا باعث ہُوا ہے۔
اور آگے چلکر پھر لکھا ہے کہ "قرآن پڑھنے والے پر بھی قرآن کا احترام واجب لازم ہے بازاروں، گلی کوچوں اور کام کاج کے مقامات پر قرآن پڑھکر اسکی عزت کو ضائع نہ کیا جائے، کیونکہ ایسی صورتوں میں قرآن پڑھنے والوں پر ہی گناہ ہوگا، اور کام میں مشغول ہونیوالوں پر گناہ نہیں ہوگا، اور دفع حرج کیلیے پڑھنے والونکو ہی ملزم گردانا جائیگا۔
(۱) نوٹ:۔ رسالہ مکبر الصوت طبع دوم ص۶۵ میں بڑی وضاحت کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ "لاؤڈ اسپیکر استماع و اتباع تکبیراتِ امام کا ذریعہ ہے" انتہی۔ اور اسی جگہ یہ بھی ہے کہ "لامحالہ استماع بالذریعہ کو بھی شامل ہے، حالانکہ شرعاً اطلاق اتنا قوی ہے کہ خصوصِ سبب یا خبرِ واحد و قیاس سے بھی مرتفع نہیں ہو سکتا، اور اس کی تخصیص جائز نہیں ہے" انتہی
یہاں اپنے مطلب کی خاطر قرآنی الفاظ کے عموم اور اطلاق پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ کہ خصوصِ سبب اور خبرِ واحد اور قیاس سے بھی اطلاق و عموم رفع نہیں ہوتا، مگر رسالہ کے ص۷۹ میں شانِ نزول کی دو متبادل صورتیں بیان کر کے ایک صورت میں نہ فقط عموم اور اطلاق میں تخصیص مانی ہے، بلکہ آیتِ ولا تجھر بصلاتک والی کو بغیر دلیلِ قرآن و حدیث منسوخ قرار دیا ہے۔ بہرحال اسکا مدلّل رَد دوسری جگہ کیا گیا ہے، اور یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ لاؤڈ اسپیکر قرآن وغیرہ پڑھنے والے کی اصلی آواز پہنچانے کا معتبر ذریعہ ہے۔
(۲) فقہاءِ کرام کی تحقیق سے اُوپر واضح ہُوا کہ قرآنِ پاک کا سُننا واجب ہے، اور واجب کا ترک کرنیوالا مستحقِ عذاب اور مرتکبِ کبیرہ ہے، اور اسی طرح قرآنِ پاک کا احترام بھی واجب ہے، جیساکہ ویجب علی القاری احترامہ بان لا یقرء فی

الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرء فیہا کان ھو المضیع لحرمتہ فیکون الاثم علیہ دون اھل الاشتغال دفعا للحرج الخ انتہی۔ اب جو لاؤڈ اسپیکر بازاروں اور کام کاج اور اشتغال کے مقامات والی مساجد وغیرہ میں لگے ہوئے ہیں اُنکا نتیجہ ظاہر ہے۔ اور اس عبارت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا کہ قرآنِ عظیم کا احترام قاری پر بھی واجب ہے، اسکے احترام کو بازاروں، گلی کوچوں وغیرہ کام کاج کے مقامات پر پڑھ کر لاؤڈ اسپیکر ہو، یا اسکے بغیر ہو ضائع نہ کرے، اگر احترام ضائع کرے گا، تو معذور مشغولین کا وبال اور گناہ اس قاری پر پڑیگا کیونکہ واجب کا تارک اصل میں یہی ہے، اور اس پر اصرار اور ہمیشگی کرنیوالے یقیناً مرتکبِ کبیرہ ہیں، اور ایسے مصر فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ شرح عقائد نسفی ص۱۲۲ میں تصریح ہے کہ لاکلام فی کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذا اذا لم یؤد الفسق والبدعۃ الی حد الکفر اما اذا ادی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلوٰۃ خلفہ انتہی یعنی فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے کی کراہتِ تحریمیہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ کراہتِ تحریمیہ اُسوقت تک ہے، جبتک کہ فسق و بدعت کفر کی حد تک نہ پہنچے، مگر جب کفر کی حد تک پہنچے تو پھر نماز اُسکے پیچھے جائز ہی نہ ہوگی۔ اسی طرح شامی جلد اول ص۴۱۲ میں ہے کہ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لماذکرنا قال ولذا لم تجز الصلوٰۃ خلفہ اصلاً عند مالک وروایۃ عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارۃ المصنف وحل الاستثناء علی غیر الفاسق واللہ تعالیٰ اعلم۔ انتہی (ترجمہ کسی دوسری جگہ دیا ہے)

(۳) اور فقہاءِ کرام کی اس تصریح سے بھی صاف ثابت ہوا کہ مکانات کی چھتوں پر قرآن پڑھ کر لوگوں کی نیند میں خلل ڈالنے والے قاری پر گناہ کا وبال گریگا،

اب جن محلّوں اور بازاروں کی مساجد میں لاؤڈ اسپیکروں کے آواز لگانے والے ساؤنڈ باکس ٹوپ، جو مکانات کی چھتوں کی برابر یا اس سے بھی اونچے لگے ہوئے ہوتے ہیں، انکے ذریعہ دُور دُور تک آواز پہنچکر باعثِ وبال وگناہ ہوتی ہے، اسلیے ضروری ہے کہ قرآنِ عظیم نے جو قرأتِ قرآن کے لیے متوسط آواز کی بہترین حد مقرر فرمائی ہے، اس سے تجاوز نہ کیا جائے، اور وہ حد نماز کے لیے تو وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ہی ہو سکتی ہے۔ اور غیر نماز کے لیے وہ حد مقرر ہے کہ قرأت لوگوں کی تشویش اور گنہگار ہونے کا سبب نہ بنے، اور معذورین کی نیند خراب کرنے اور اُنکی ایذار کا باعث نہ ہو جیساکہ علامہ شامی کی تحقیقات سے ثابت ہُوا۔

اور علامہ شامی نے باب بحثِ احکام مساجد کے آخر میں دوسرے اذکارِ الٰہیہ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ جہری ذکر اس حد تک مستحب ہے جبکہ لوگوں کی تشویش کا باعث نہ بنے یعنی نیند کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں، اور قرآن پڑھنے والوں کی پریشانی اور ایذا کا سبب نہ ہو، جیساکہ شامی جلد اول ص۴۸۸ میں ہے کہ (وفی حاشیۃ الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصلی او قاری الخ (۴۸) دیکھا یہ وہ محقق شامی ہیں جنکے نام کی آڑ میں رسالہ "مکبر الصوت" ص۸۷ کے آخر میں غلط فہمی پھیلائی گئی ہے کہ اُنکے نزدیک اعلیٰ جہر کی کوئی حد ہی نہیں ہے، امام جتنا بلند پڑھنا چاہے پڑھے، حالانکہ جہر کی ادنیٰ حد، اور جہر کی اعلیٰ حد بتانا اور چیز ہے، اسکا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ خواہ مخواہ نماز میں ضرور اعلیٰ حد کی بلند آوازی سے قرأت کی جائے۔ یہ کتنا بڑا دھوکا ہے، بالفرض اگر یہی مقصد ہوتا، تو قرآن کی لفں کے مقابلہ میں علامہ شامی کے قول کی کیا وقعت ہو سکتی ہے، جبکہ اسکی اپنی تحقیق بھی رسالہ مکبر الصوت کے نظریہ کی پوری تردید ہے" والزائد علی قدر الحاجۃ کما ھو مکروہ للامام

یکرہ للمبلغ۔ انتہی (شامی جلد اول ص۳۵۱)

(۵) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مختلف قسم کی غلط فہمی پھیلائی ہے۔ کبھی یہ مرجوح اور نہایت ضعیف قول کی آڑ لیکر کہا کہ آپ کے اسلام لانے سے آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ الآیہ ہی منسوخ ہو گئی ہے ص۸۲ جسکا جواب دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے۔ اور کبھی ان احادیث کی آڑ لی کہ آپ اتنی بلند آواز ہی سے پڑھتے تھے کہ دار ابو جہم بلاط میں سُنی جاتی تھی، جو بقول علامہ زرقانی منقولہ تعلیق ممجد حاشیہ مؤطا امام محمد مطبوعہ رحیمیہ دیوبند ص۱۰۴ اور ص۱۰۵ یہ دار مسجد نبوی اور بازار کے درمیان متصل مسجد تھا، اور اُسوقت ظاہر ہے کہ مسجدِ نبوی وسعت کے لحاظ سے بہت چھوٹی تھی، جیسا کہ مسجد شریف کی تاریخ سے ظاہر ہے، اور حاضری دینے والوں پر بھی اگلی حدیں ظاہر ہیں۔ پھر مسجد کے باہر آواز کا سُنائی دینا کوئی بڑی بات نہیں، پھر وہ رات کے سناٹے کی حالت میں تو اور آسان ہے۔

اور امام محمد نے وہیں یہ بھی تصریح کی ہے قال محمد الجھر بالقرأۃ فی الصلوٰۃ فیما یجھر فیہ بالقرأۃ حسن مالم یجھد الرجل لنفسہ انتہیٰ۔ اور آخری جملہ مالم یجھد الرجل لنفسہ کے متعلق وہیں تعلیق ممجد میں لکھا ہے کہ قاری حسب حکمِ آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ اور وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا کے مطابق درمیانی آواز سے پڑھے، جس کا صاف مقصد یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہرگز نہیں ہے، اسی لیے اس سے استدلال کیا ہے۔

(الف) :- اور پھر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں بلند آوازی اور جہرِ مفرط سے واضح الفاظ میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روکا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل ص۱۰۷ میں ابوداؤد اور ترمذی سے منقول ہے، اور اس حدیث کے متعلق مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۱۲۷ میں ہے کہ قال لعمر اخفض من صوتك شيئاً قليلاً لئلا يتشوش بك نحو مصل اونائم معذور۔ یعنی نماز میں

اپنی آواز نیچی اور پست کرو، تاکہ تمہاری وجہ سے نمازیوں اور نیند کرنے والے معذوروں کو تشویش نہ ہو" ——— اور ظاہر ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز یقیناً مکبر الصوت کی کریہ اور نہایت بلند وبھیانک آواز جیسی مشوش آواز ہر گز ہر گز نہ تھی، تب بھی آپ کو منع فرمایا گیا ہے۔ اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ آلۂ مکبر الصوت کی آواز نہایت ہی تشویشناک اور شدید ممنوع ہے۔

(ف) :- پھر اُن احادیث سے (جنکی تفصیل آگے آنیوالی ہے ان شاء المولی العزیز) آفتاب کی طرح روشن ہے کہ جتنی روایات حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جہری آواز کے متعلق منقول ہیں، جنکو رسالہ مکبر الصوت میں فخریہ طور پر اپنی تائید میں پیش کیا ہے وہ سب اس صریح ممانعت سے پہلے کی ہیں اور منسوخ ہیں، کیونکہ درایت اور عقلِ سلیم کبھی بھی ماننے کے لیے تیار نہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسا جلالی شان والا جاں نثار جو اپنے مولیٰ وآقا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف نام نہاد مسلمانوں کی گردن تک اُڑا دے، اور قرآنِ عظیم فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تائید میں نازل ہو، وہ کبھی بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کا خیال تک نہیں کر سکتا۔ یہ تو ہمارے روشن خیال مجوزین ومفتیانِ کرام کا (جو سُنیت کے ساتھ رضوی اشرفی نعیمی ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں) دل وجگر ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُسکے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان اور نصوص صریحہ کے مقابلہ میں بیجا تاویلات گھڑ کر ایک بدعتِ ضلالہ کے رواج دینے پر کمر باندھ لی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اِنَّهٗ قریب مجیب اٰمین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کے متعلق بیان:

(۶) :- افسوس کہ دوسروں کو تو آیۂ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ الآیہ (آلِ عمران) اور آیۂ مبارکہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۶)

تبلیغ کرتے پھریں، اور خود انکے مقابلہ میں حرج محسوس کرتے ہوئے بیجا تاویلات پر اُتر آئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٭ ترجمہ علماءِ کرام کے احترام کی خاطر چھوڑ کر فقط مقصد کو لیا ہے۔

مشکوٰۃ باب الطلاق والخلع ص۲۸۴ میں ہے کہ ایک شخص نے متفرق طلاقیں دینے کے عوض، یکجا تین طلاقیں دیں، جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی، تو آپ نے غضبناک لہجہ میں اُٹھکر فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے کتاب اللہ سے کھیلا جاتا ہے۔ اس پر شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ اُسے قتل نہ کردوں کیونکہ اُس نے قرآنی حکم (متفرق طلاق دینے) کی خلاف ورزی کی ہے۔ اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأته ثلٰث تطلیقات جمیعًا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظہرکم حتّٰی قام رجل فقال یارسول اللہ الا اقتله رواہ نسائی۔

اسی طرح ایک شخص نے حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے یکجا سَو طلاقیں اپنی بیوی کو دی ہیں، اسکے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ تو آپ نے فرمایا تیری بیوی تین طلاقوں سے مطلقہ ہوگئی، باقی ۹۷ کے ذریعہ تو نے کتاب اللہ کی آیتوں سے ہنسی کی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۲۸۴)

(۷):- ابوداؤد جلد اول باب رفع الصوت فی القرأت فی صلوٰۃ اللیل میں ہے کہ اعتکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فسمعهم یجهرون بالقرائة فکشف الستر وقال الا ان کلکم مناج ربه فلا یؤذین بعضکم بعضًا ولا یرفع بعضکم علی بعض فی قرائة اوقال فی الصلوٰۃ انتہٰی۔ اسکی پوری تشریح تو بحثِ حدیث میں آئیگی، مگر یہاں صرف اسقدر واضح کرنا مقصود ہے کہ مسجد میں بھی ایسی بلند آوازی سے قرآن نہ پڑھا جائے جو اس سے ایک دوسرے کو سُنکر

ایذاء پہنچے، یا نمازیوں کو ایذاء پہنچے، اور اسی باب میں ہے کہ الجاھر بالقرآن کالجاھر بالصدقة والمسر بالقرآن کالمسر بالصدقة - اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہری قرأت سے روکنے والی حدیث بھی اسی باب میں ہے -

(۸) مجوّزین کا ایک غلط بہانہ

مجوّزین حضرات ایک غلط بہانہ بناتے ہیں کہ قرآنِ مجید اور تکبیرات کا سنانا تمام مقتدیوں کے لیے بہت موزوں ولازمی ہے - اگر قرآنِ مجید سنانا لازمی ہوتا تو سرّی نمازوں میں نہ سنانا بھی واجب ہے، اور بڑی بڑی جماعتوں کے لیے جہری نمازوں میں بھی سب کو سنانا ہرگز ہرگز ضروری نہیں - خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں، اور خلفاءِ راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارکہ میں ہزاروں اور لاکھوں نمازیوں کا مجمع ہوتا تھا، مثلاً ۹ فتح مکہ ۸ھ ہجری رمضان کے موقع پر دس ہزار کا مجمع تھا - اور شوال ۸ھ ہجری غزوۂ حنین کے موقع پر ۱۲ ہزار کا مجمع تھا، اور رجب ۹ھ ہجری میں غزوۂ تبوک کے موقع پر تیس ہزار کا مجمع تھا - اور ذوالحج ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر تو صحابۂ کرام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا، اور ظاہر ہے کہ اتنے عظیم الشان مجامع میں امام کی آواز ہرگز نہیں پہنچ سکتی، البتہ مکبّرین کے تقرر کے ذریعہ بڑی جماعتوں پر باحسن وجوہ کنٹرول کیا جا سکتا ہے، اور جو چیز سنّت سے ثابت ہو، اُسے ہمارے فقہاءِ کرام سنّت مانتے ہیں، خصوصًا حسب حدیث صحیح "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین" مکبّرین کا تقرر سنّت ہے کیونکہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت میں مختلف اوقات میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ارشد خلیفہ کا مبلغ بننا دو مرتبہ ثابت ہے، جیسا کہ "مکبر الصوت" صفحہ ۶۹ میں صاف طور پر اقرار کیا ہے، اور بخاری جلد اول مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۹۹ میں ہے کہ

فقعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ جنبہ وابوبکر یسمع الناس التکبیر انتہیٰ
اور اسی طرح مسلم مع شرح نووی جلد اول ص۱۷۹ میں پوری تشریح کے ساتھ یہ حدیث
موجود ہے، مگر چونکہ مکبّرین کی سُنّت سے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر شدید زد
پڑتی تھی، تو بڑی خیانت سے کام لیکر رسالہ "مکبر الصوت" کے ص۹۷ پر اوپر نیچے کی
عبارت بالکل نظر انداز کر کے فقط ایک ضعیف قول کی مدد لی ہے۔

لَا تَتَّخِذُوْا اٰیَاتِ اللّٰہِ ھُزُوًا

بیجا تاویلات احکامِ قرآنی کی خلاف ورزی اور کھلا مذاق ہے

کتاب وسُنّت کے احکامِ صریحہ کے مقابلہ میں بیجا تاویلات کر کے عمل نہ کرنا کھلی
ہنسی اور مذاق ہے، جس سے حسب ارشادِ قرآنی لَا تَتَّخِذُوْا اٰیَاتِ اللّٰہِ ھُزُوًا
اہلِ اسلام کو ضرور بچنا چاہیئے، علماءِ کرام کو خصوصیت سے بچنا لازم ہے۔ تفسیر مدارک
مع خازن جلد اول مطبوعہ مصر ص۱۹۱ میں تصریح ہے کہ وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰیَاتِ اللّٰہِ ھُزُوًا
ای جدّوا فی الاخذ بھا والعمل بما فیھا وارعوھا حق رعایتھا والا فقد اتخذتموھا
ھزوا یقال لمن لم یجد فی الامر انما انت لاعب وھازی انتہیٰ۔ یعنی خدائی
احکام سے ہنسی نہ کرو! یعنی احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرو، اور انکی
پوری رعایت کرو، ورنہ بلاشبہ تم ان سے ہنسی اور مذاق کرنیوالے ٹھیرو گے، جیسا کہ کوئی
شخص کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا، تو اُسے کہا جاتا ہے کہ تونے تو اسے
کھیل اور ہنسی بنا رکھا ہے ——— اور اسی آیت کے ماتحت تفسیر خازن میں ہے کہ
فکل من خالف امرًا من امور الشرع فھو متخذ اٰیات اللّٰہ ھزوًا۔ یعنی ہر وہ
شخص جو احکامِ شرعیہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے، تو وہ احکام الٰہیہ سے

ہنسی کرنے والا قرار پائیگا ـــــ اسی لیے تکملہ فتح القدیر شرح ہدایہ جلد ۴ مطبوعہ نولکشور ص۷۹ میں ہے کہ والتعلیل فی مقابلۃ النص غیر مقبول علیٰ ما تقرر فی اصول الفقہ انتہیٰ۔ یعنی نص کے مقابلہ میں تعلیل مقبول نہیں ہے، جیساکہ علم اصولِ فقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔

(۱):- اب ہمارے وہ مفتیانِ کرام ذرا انصاف فرمائیں کہ جو لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ والی نصِ صریح کے مقابلہ میں یہ تاویل گھڑ کر عملی خلاف ورزی کرنے پر اصرار کرتے ہیں کہ اس سے امام کی شخصی جہر کی نہی مراد ہے، نہ کہ آلہ مکبر الصوت کی مصنوعی مفرط جہر کی ممانعت ہے۔

(۲):- اور نص کے مقابلہ میں فقہاءِ کرام جو یہ کہتے ہیں کہ زیادہ جہر کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے تو لَا تَجْهَرْ میں آلہ مکبر الصوت سے بڑھ کر آواز کی نہی مراد ہے، جسکا وجود حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانہ سے لیکر لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد تک تھا ہی نہیں اور فقہاء نے ایسی نصوص کے مقابلہ میں یہ اصول قایم کیا ہے کہ جبتک نماز میں نام لیکر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی صریح ممانعت و حرمت ثابت نہ ہو حلال و جائز الاستعمال ہے اور لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ والی نہی اسکے مقابلہ کے لیے کافی نہیں ہے، مگر چونکہ خدا تعالیٰ ہر انسانی عیاری سے واقف ہے، انکی تمام بیجا تاویلات کا دروازہ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا سے بند کر دیا کہ قرأتِ نماز میں مخافت اور جہر کی درمیانی راہ اختیار کرو، اور مکبر الصوت کا استعمال یقیناً اسکی صریح خلاف ورزی ہے۔ پھر مشاہد و تجربہ شاہد ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی حد سے زیادہ بلند آوازی کو کوئی بھی عقلمند درمیانی آواز تسلیم نہیں کر سکتا۔

(۳):- جب دیکھا کہ یہ سب بیجا تاویلات نصوص کے مقابلہ میں ناکامیاب ہیں تو آیت مبارکہ کے صریح عمومی مفہوم سے ہٹکر ایک جدا بحث میں الجھانے کی کوشش فرمائی کہ آلہ مکبر الصوت میں امام کی اصل آواز منتقل ہوتی بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے

تو یہ حکم ہے، اور نہیں ہوتی، تو یہ حکم ہے۔ جیسا کہ ماہنامہ "نوری کرن" بریلی (بھارت) بابت ماہ جون ۱۹۶۰ء و بابت ماہ اگست ۱۹۶۰ء میں اسی پر بڑی لے دے ہوئی ہے۔ افسوس کہ آیتِ مبارکہ کے اصلی مقصد وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا سے فریقین بالکل دور ہو کر خلطِ مبحث میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں، اور اتنا بھی نہ سوچا کہ لاؤڈ اسپیکر کے اصلی مفہوم اور مشاہدہ و تجربہ جہرِ مفرط اور زیادہ بلند آوازی پائی جاتی ہے، جو صراحۃً اور سراسر وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ اور وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا جیسی نص کی خلاف ورزی پر اصرار اور احکامِ الٰہیہ سے صاف ہنسی اور مذاق ہے۔ خدا تعالیٰ نفس و شیطان کے فریبوں سے ہم سب کو محفوظ فرمائے، آمین انه قدير وبالاجابة جدير۔

(۴) :- ہمارے بعض حضرات نے دیکھا کہ ایسی تاویلات نصوص کے عموم کے مقابلہ میں کام نہیں دیتیں، تو تمام مفسرین و محدثین کے خلاف کسی مرجوح و ضعیف قول کا سہارا لیکر یہ کہنا شروع کر دیا کہ سرے سے یہ آیتِ مبارک ہی منسوخ ہے، مگر اس کی ناسخ کوئی قرآنی آیت یا حدیثِ متواتر نہیں ہے، بلکہ حضرتِ عمرؓ کا ۶ھ نبوی میں اسلام لانا ہے (رسالہ تکبیر الصوت ص۸۱) جو نمازوں کی فرضیت مقرر ہونے سے چھ سال پہلے کا واقعہ ہے گویا ناسخ پہلے ہے اور منسوخ بعد میں ہے، یا للعجب۔ اور قرآنی نص سے ٹکر کھانیکا نتیجہ یہ حیرت انگیز نکلا کہ اپنے ہی خلاف تضاد بیانی سے کام لیکر ص۸۳ میں اقرار و اعتراف کیا کہ جیسے طواف میں آج بھی رمل کا حکم باقی ہے، ویسے ہی اس آیت کا حکم بھی باقی ہے اگرچہ کفار کی شرارت کا سبب زائل ہو چکا ہے۔ اور پوری تفصیل انشاء المولیٰ تعالیٰ آئندہ آرہی ہے، مگر یہاں رسالہ "تکبیر الصوت" کے ص۸۳ کی فقط ایک دلچسپ عبارت دینی موزوں ہے، "کفایہ اور بحر رائق میں فرمایا هذا العذر وان زال لغلبة المسلمين فالحكم باقٍ لان بقائه يستغنى عن بقاء السبب۔ یعنی وہ عذر شرارتِ مشرکین اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہو چکا، مگر وہ حکم باقی ہے، اسلیے کہ اُسکی بقاء بقاءِ سبب سے بے پرواہ ہے۔" انتہیٰ بلفظہ

اب حضرت مفتی صاحب سے کوئی پوچھے کہ جب اس آیت کا حکم باقی ہے، اور تلاوت بھی یقیناً باقی ہے، تو پھر منسوخ کیا چیز ٹھہری؟ یہ ہے قرآنی آیات سے ٹکر لینا، اور بے جا تاویلات کے ذریعہ خدائی احکام سے ہنسی مذاق کرنے کا سبب پریشاں دماغی ہے۔
حق تعالیٰ ہم سب کو دارین میں اپنی رضامندی نصیب فرمائے آمین انہ قریب مجیب

اور یہ بات ضرور خیال میں رہے کہ آیات و نصوص میں اصولِ فقہ کا مسلّمہ قانون ہے کہ شانِ نزول یا خصوصی اسباب کا کوئی اعتبار نہیں ہے، فقط اور محض الفاظ کی عمومیت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جیسا کہ درمختار شروع بحث طلاقِ غیر مدخول بہا شامی جلد ۲ ص۴۹۳ میں ہے کہ عما تقرر ان العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب انتہیٰ۔
اور اسی بحث کے نیچے شامی میں ہے کہ قرآنی نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد گھڑنا بڑی لغزش اور گمراہی ہے:۔ ھی زلۃ عظیمۃ مصادمۃ للنص (الیٰ ان قال) لا یسوغ الاجتہاد فیہ لفوات شرطہ من عدم مخالفۃ الکتاب والاجماع نعوذ باللہ من الزیغ والضلال الخ انتہیٰ۔ یعنی نص سے مقابلہ کی ٹکر کھانی بڑی لغزش ہے نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد ناجائز ہے، خدا تعالیٰ کتاب و اجماع کیخلاف جانیکی کجی اور گمراہی سے بچائے۔

قرآنی خلاف ورزی پر مثال سے وضاحت

کتاب و سُنّت کے اوامر و نواہی کی غلط تاویلات گھڑ کر خلاف ورزی کرنیوالے حضرات ذرا "مارشل لاء" یا ضروری فوجداری قوانین کو ہاتھ میں لیکر کورٹ میں غلط تاویل گھڑ کر خلاف ورزی کی قدر و قیمت معلوم کرکے دیکھیں۔ جب دنیاوی حکومتوں کے قوانین کی خلاف ورزی سے اتنا ڈر محسوس فرماتے ہیں، تو حضرتِ احکم الحاکمین جلّ سلطانہ اور اسکے برحق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین و قوانین بیحد زیادہ عزت و عظمت کے لائق ہیں، بلکہ "چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"

کیا دنیا کے علماءِ کرام اس عیاری کو بھی سمجھ نہیں سکینگے کہ قرآنِ عظیم نہایت وضاحت کے ساتھ اعلان فرماتا ہے کہ :-

لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا

یعنی اپنی نماز نہ بلند آوازی سے پڑھ، اور نہ بالکل آہستہ، اور ان دونوں کے درمیان متوسط راستہ اختیار کر۔

اب قرآن کریم کے مقابلہ میں ان مجوّزین حضرات کا اجتہاد و عمل یہ اعلان کرتا ہے،

اِجْهَرُوْا بِصَلَاتِكُمْ بِمُكَبِّرِ الصَّوْت

یعنی اپنی نمازیں لاؤڈ اسپیکر کی بلند آوازی سے پڑھو۔

کیا یہ حضرات احکم الحاکمین جلّ سلطانہٗ کے حکم کی صریح انحرافی اور خلاف ورزی نہیں کر رہے ہیں؟ خدا تعالیٰ تو فرمائے وَلَا تَجْهَرْ اور یہ حضرات بتائیں کہ اِجْهَرُوْا بِمُكَبِّرِ الصَّوْت ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مکبر الصوت کا نام تو لیا نہیں ہے، اور مطلقاً نہی و ممانعت کا عموم ہمارے لیے ہرگز ہرگز کافی نہیں ہے، جبتک قرآن مکبر الصوت کا خاص نام لیکر اصلی اور مصنوعی جہر، دونوں سے رو کے، تب مانینگے ۔ خدا تعالیٰ فرمائے وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا، یعنی نمازیں جہر اور مخافت کی درمیانی راہ اختیار کرو، اور یہ حضرات بتائیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھنا ہی تو درمیانی راستہ ہے ۔ اب اس سے خدا تعالیٰ راضی ہو، یا نہ ہو، ہماری اس روشن خیالی کو قبول فرمائے یا نہ فرمائے ۔ ہم تو نمازوں میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو ہی درمیانی راستہ سمجھتے ہیں، اور دوسرے روشن خیال عوام کو بھی نہ فقط اس کی دعوت دیتے ہیں، بلکہ زبان و قلم اور کردار سے اُن کی ہمت افزائی بھی کرتے ہیں اور کرتے رہینگے ۔ اور جس چیز کو ہم اپنی تحریر میں مباح بتا چکے ہیں، اُس کی اباحت قران و حدیث کی ممانعت سے بھی بدستور برقرار رہے گی ۔

مذکورہ آیت کے متعلق صریح کذب بیانی!

لَا تَتَّخِذُوْا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا

آیۃ کریمہ میں صاف اور صریح طور پر لَا تَجْھَرْ میں نہی اور ممانعت کا صیغہ اور حکم شرعی موجود ہے، اور ساتھ ہی وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا میں امر کا صیغہ اور حکم شرعی موجود ہے، جو اصل میں وجوب کو چاہتا ہے۔

مگر رسالہ "مکبر الصوت" طبع دوم مطبوعہ لاہور آرٹ پریس صـ۹۷ میں اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی آڑ میں یہ غلط پروپیگنڈا کیا ہے کہ:۔

"امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ "نہج السلامۃ" کے صـ۱۵ میں فرماتے ہیں:۔ بے منع شرعی منع کرنا ظلمِ مبین، ادنیٰ درجہ منع کراہت (تنزیہی) ہے، اور کراہت کے لیے دلیلِ خاص کی حاجت ہے، اور بے دلیلِ شرعی ادعائے منع شریعت پر افترا و تہمت ہے" الخ

اب مسلمان خود فیصلہ کریں کہ آیۃ کریمہ میں لَا تَجْھَرْ شرعی دلیل اور شرعی ممانعت ہے یا نہیں ہے؟ کیا یہ صریح کذب بیانی اور کج بحثی نہیں ہے؟۔ آگے رسالہ "مکبر الصوت" کے اسی صـ۹۷ میں ہے کہ:۔

"اور کریمہ وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ الآیہ کی خلاف ورزی بھی یقیناً نہیں کہ اسکی تفسیر میں مفسرین کرام نے متعدد اقوال نقل فرمائے" الخ

اور پھر آگے اسی صـ۹۷ میں ہے کہ:۔

"ہاں صرف دو ایسے قول ہیں جو قراءتِ نمازِ جماعت سے متعلق ہیں، اور وہ دونوں قول حقیقۃً ایک ہی شانِ نزول کے ماتحت دو متبادل صورتیں ہیں، جن میں سے ایک صورت یا قول کی بناء پر نماز میں مطلقاً جہر قراءت ہرگز ہرگز

اعلیحضرت قدس سرہٗ کی آڑ میں پروپیگنڈا

محلِ اعتراض نہیں۔ ہاں دوسرے قول یا صورت کا ضرور یہ تقاضا ہے کہ وہ جہر بیرونِ مسجد نہ سُنا جائے، مگر اس صورت میں تو وہ کریمہ ہے ہی منسوخ اور منسوخ قابلِ استدلال نہیں، تو خلاف ورزی کا ہے کی؟" الخ انتہیٰ

(نوٹ):۔ کیا مختلف شانِ نزول بیان کرنے سے قرآنی الفاظ کا عموم بدلا جا سکتا ہے، اور بغیر دلیلِ قرآن و حدیث، ایسی غلط تاویلات گھڑنے سے قرآنِ عظیم کی نصِ قطعی کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟

پہلے تو نصِ قرآنی کو بے اثر بنانے کے لیے یہ تاویل گھڑی کہ مفسرین نے متعدد اقوال اسکے متعلق بیان فرمائے ہیں، تو گویا اب کس قول پر اعتماد کیا جائے۔ دوسری وجہ بے اعتمادی کی یہ ہو سکتی ہے کہ ایک قول کی بناء پر تو کتنی ہی جہر کیجائے مطلقاً اُس پر ہرگز ہرگز اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں جس قول کی بناء پر اس جہر کرنے پر اعتراض ہو سکتا ہے، تو اُس صورت میں یہ آیت ہی منسوخ ہے، تو منسوخ آیت قابلِ استدلال ہی نہیں ہوتی۔

دیکھیے ہمارے مجتہدین کی جرأت! نصوص کے مقابلہ میں دوسروں کو تو اجتہاد سے روکیں، اور خود قرآنِ عظیم پر بغیر دلیل ہاتھ صاف کرتے چلے جائیں۔ افسوس ہے کہ بغیر دلیلِ قرآن و حدیث اپنی طرف سے قرآن پاک کی غلط اور بیجا گھڑنا خود وعیدِ شدید کا مستحق بنتا ہے:۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قال فی القراٰن برأیہ فلیتبوّ مقعدہ من النار۔ الحدیث رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۳۵) یعنی حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو فقط اپنی رائے سے قرآنی مطالب بیان کرتا ہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے ـــــــــ اب بعونہ تعالیٰ مسلمانوں کو صاف بتا دینا چاہتے ہیں کہ آیتِ مبارکہ کے اسی پہلو پر ہمیشہ عمل فرمایا گیا ہے، اور نہ فقط حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مواظبت فرمائی، بلکہ صحابہ کرام سے بھی عمل کرایا اور نماز میں جہرِ مفرط سے حضرتِ عمر کو منع فرمایا اور ہمارے محدثینِ کرام نے اسی آیت سے استدلال کر کے دنیا پر واضح کیا کہ یہ کریمہ ہرگز منسوخ نہیں ہے

حضور انور کا پاک عمل اور حکم

محدثینِ کرام اور فقہاءِ عظام کے نزدیک یہ آیت ہر حال قابلِ عمل ہے

آگے چل کر بعونہٖ تعالیٰ تفصیل سے آیتِ مبارک پر بحث ہوگی، مفسرینِ کرام اور محدثین عظام اور فقہاءِ عظام کے نزدیک ہر حال یہ آیتِ پاک واجب العمل ہے اور ہرگز ہرگز منسوخ نہیں ہے۔ پہلے ہم اسی پہلو کو واضح کرنا چاہتے ہیں، جسکو آج کے مفتیانِ کرام نے منسوخ قرار دینے کی غلط اور ناجائز کوشش کی ہے۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا صحیح ترجمہ

ہمیں افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے کرم فرما حضرات لوگوں کو فقط فریب دینے کی غرض سے اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ کے مبارک نام کی آڑ لیکر قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ سے مقابلہ و ٹکر لینے کی غلط کوشش کرتے ہیں۔ آپ اس آیت کے سباق و سیاق کے مطابق تمام مفسرین و مترجمینِ اہلِ سُنّت کی آیت کے اسی پہلو کو اپنے ترجمہ میں صاف بیان فرماتے ہیں :-

"وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا (آخر سورہ بنی اسرائیل) اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھ نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو" الخ انتہیٰ

اس ترجمہ میں مفرط جہر اور بلند آوازی سے نماز پڑھنے کی نہی اور صریح ممانعت ہے اور ساتھ ہی جہر و مخافت کے درمیان دونوں کے بیچ میں متوسط آواز سے پڑھنے کا امر اور صریح حکم ہے۔ ترجمہ میں صاف نہی اور ممانعت شرعی موجود ہے۔ شرعی ممانعت موجود

ہونے کے بعد آپ کے متعلق رسالہ "نہج السلامۃ" کی اُوپر والی عبارت کے ذریعہ غلط فہمی پھیلانا، اول درجہ کی دیدہ دلیری ہے، اور رسالہ "مکبر الصوت" کے مقدمۂ اُولیٰ میں یہ غلط بیانی کرنا کہ:-

"جب تک دلائلِ شرعیہ سے کسی شے کی حُرمت وممانعت ثابت نہ ہو حلال وجائز الاستعمال رہتی ہے۔"

کیا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے الفاظ پیش کرنے کے بعد بھی ممانعت میں کوئی شک، وشبہ باقی رہتا ہے؟ کیوں صاف کھُل کر نہیں کہتے کہ قرآن کی ممانعت ہمارے لیے شرعی دلیل نہیں ہے، اگرچہ وہ اعلیٰحضرت کے الفاظ میں ہی کیوں نہ ہو۔

محدثینِ کرام کا اسی پہلو پر استدلال

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی اس آیتِ مبارکہ پر عمل فرمارہے، اور دوسرونکو بھی نماز میں متوسط آواز سے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ مشکوٰۃ کے بابِ صلوٰۃ اللیل صـ۱۰۷ میں حدیث ہے، جسکی تفصیل بحثِ حدیث میں انشاء المولیٰ العزیز آئندہ آئے گی۔ حضرتِ ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک دن قراءت نماز کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ یا ابابکر ارفع من صوتك شيئًا یعنی اے ابوبکر اپنی آواز کچھ بلند کر، اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ بلند آواز سے نماز پڑھتے تھے، تو آپ نے اُن سے فرمایا قال لعمر اخفض من صوتك شيئًا یعنی اپنی آواز کو کچھ نیچا کر۔ مرقاۃ میں ہے کہ لئلا یتشوش بك نحو مصلی او نائم معذور یعنی تاکہ تمہاری بلند آوازی نمازی اور معذور نیند والے کی تشویش کا سبب نہو پھر آگے اس حدیث کے تحت محدث علی قاری حنفی اپنی مشہور کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صـ۱۳۲ محدث طیبی شارح مشکوٰۃ کے حوالہ سے آیت ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت

یھا وَ ابتَغِ بَینَ ذٰلِکَ سَبِیلاً سے استدلال پیش کرتے ہوئے واضح فرماتے ہیں (کہ یہ آیت مبارکہ قابلِ استدلالِ محدثینِ کرام ہے، اور اگر یہ آیت حسبِ زعمِ باطل صاحبِ رسالہ "مکبر الصوت" منسوخ ہوتی، تو اس سے کیسے استدلال جائز ہو سکتا) بہرحال محدث علامہ علی قاری تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس عبارت پر بحث ختم فرماتے ہیں کہ :-

قال الطیبی نظیرہ قولہ تعالیٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا کانہ قال للصدیق انزل من مناجاتک ربک شیئًا قلیلًا واجعل للخلق من قرأتک نصیبًا وقال لعمر ارتفع من الخلق ھونًا واجعل لنفسک من مناجاۃ ربک نصیبًا انتھیٰ ۔ یعنی محدث طیبی نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُوپر والے ارشاد کی نظیر میں آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الآیہ کو استدلال میں پیش کر کے کہا کہ آپ نے گویا صدیقِ اکبر سے یہ فرمایا کہ اپنی مناجات میں ذرا بلند آوازی کر کے اپنی قراءت کے ذریعہ مخلوق کو بھی بہرہ مند اور مستفید کر، اور گویا عمر فاروق سے فرمایا کہ مخلوق سے اپنی بلند آوازی کی تکلیف دفع کر کے خاص اپنے لیے اپنے رب کی مناجات سے حصہ لے ۔

بہرحال محدثین کرام کا اس آیت سے استدلال صاف بتاتا ہے کہ اس آیت کو منسوخ کہنے والے خود منسوخ ہیں ۔ علاوہ ازیں رسالہ مکبر الصوت نے ایک طرف تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کو مذکورہ بالا آیت کا ناسخ قرار دیا ہے، جو پنجوقتی نماز فرض ہونے سے چھ سال پہلے ۶ نبوی میں مسلمان ہوئے تھے، اور پنجوقتی نماز شب معراج ۲۷ رجب ۱۲ نبوی بقول جمہور مفسرین فرض ہوئی ، جیسا کہ رسالہ مکبر الصوت کے صفحہ ۸ پر ہے کہ :- "یہ حکم ضرور زائل ہو گیا حضرت عمر اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسلام کے دن سے پس یہ منسوخ ہے تو نمازی کے لیے بلند پڑھنا جہر یہ نمازوں میں جائز ہے اگرچہ مقتدیوں کے سننے سے زیادہ ہو" انتھیٰ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی بھی آیت کسی کے اسلام لانے سے منسوخ نہیں ہوتی

کیونکہ قرآنی ارشاد ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ یعنی جو بھی آیت ہم منسوخ فرماتے ہیں یا بھلوا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی کوئی آیت ہی نازل فرماتے ہیں"۔ اس آیت کی رُو سے ضرور تھا کہ کوئی ناسخ آیت پیش کیجاتی۔ کسی غلط قول سے قرآن ہرگز ہرگز منسوخ نہیں مانا جاسکتا۔ اور اگر بالفرض یہ آیت حضرت عمر کے اسلام لانے سے منسوخ ہوچکی ہوتی تو خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منسوخ شدہ آیت کے حکم کے مطابق خود ناسخ آیت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں بلند آواز پڑھنے سے کیوں روک رہے ہیں؟ کچھ تو سوچو، اپنے زعمِ باطل کی دُھن میں کہ نماز میں لاوڈ اسپیکر کے ذریعہ نہایت بلند آوازی ہر حال مباح مان کر اس مباح کی خاطر خدا تعالیٰ اور اُسکے برحق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی سے ٹکر لیکر سرے سے آیات و احادیث کے صریح احکام پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ کاش! اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ زندہ ہوتے اور اپنے متبعین کی نازیبا حرکات کو دیکھتے، اور فیصلہ فرماتے۔ عجیب حیرت انگیز جرأت ہے کہ قرآنِ حکیم کی صریح ممانعت و نہی ہوتے ہوئے، نہ صرف مباح کی اباحت باقی رکھی جاتی ہے، بلکہ قرآنِ عظیم کی نہی اور صریح ممانعت پر مباح کو غلبہ دلانے کی کوشش کی جاتی ہے، یا للعجب ـــــــــ

علاوہ ازیں التعلیق الممجد میں بھی اسی آیت سے درمیانی آواز سے پڑھنے پر استدلال ہے۔

اس آیت کے متعلق تمام مفسرین و محدثین کا فیصلہ

آئندہ انشاء المولیٰ العزیز اس آیت کے متعلق مفسرین و محدثین کے اجماعی فیصلہ کا ذکر آنے والا ہے کہ تمام مفسرین و مترجمین اور محدثین نے سب سے مقدم اور سب سے پہلے اسی معنی و مفہوم کو بیان کیا ہے کہ جہری نماز میں بلند آوازی نہ کیجائے، بلکہ درمیانی آواز سے قراءت کی جائے، اور حضرتِ ابنِ عباس سید المفسرین کا بھی یہی قول ہے، جو

مفتی بہ ہونے کے لحاظ سے مختار اور اظہر ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کے باب التوسط فی الصلاۃ الجہریۃ کے تحت امام محدث نووی نے صاف تحریر فرمایا ہے کہ لکن المختار الاظہر ما قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما انتہیٰ

حضراتِ محدثینِ کرام تو اسی قول اور صورت کو سب سے مقدم رکھتے ہوئے مختار اور اظہر قرار دیں، اور ہمارے مجوّزین حضرات بغیر کسی سند اور دلیل، اس معنی اور صورت کو کمزور ظاہر کر کے سرے سے آیت کو ہی منسوخ قرار دیں۔

ایک اور عجیب دلیل اور تضاد بیانی

یہ آیت منسوخ بھی ہے اور اس کا مسنون حکم بھی باقی ہے

رسالہ "مکبر الصوت" کے آخر ص۸۱ اور ص۸۲ میں ہے کہ :۔

"بوجہ ارتفاعِ سبب خوفِ شرارتِ مشرکین وہ حکم درمیانی آواز سے پڑھنے کا مرتفع ہوگیا، پھر زمانہ مقدسہ سے آج تک بالاجماع یقینی طور پر ظہر و عصر میں مخافت آہستہ پڑھنے کا رائج چلے آنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا" الخ

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ یہ حکم مرتفع ہوگیا اور منسوخ ہوگیا، مگر اس پر کوئی دلیل نہیں دی، علمی دنیا اتنی سادہ لوح ہے کہ بغیر دلیل ہر ایک غلط بات مانتی چلی جائے گی۔

اب تضاد بیانی ملاحظہ ہو۔ "مکبر الصوت" کے ص۸۳ میں ہے کہ :۔

"کفایہ اور بحر رائق میں فرمایا وھٰذا العذر وان زال لغلبۃ المسلمین فالحکم باقٍ لان بقائہ یستغنی عن بقاء السبب یعنی وہ عذر شرارتِ مشرکین اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہو چکا، مگر وہ حکم باقی ہے اسلیے کہ اسکی بقا بقاءِ سبب سے بے پرواہ ہے" الخ انتہیٰ (اسکے حاشیہ میں ہے کہ)

"بدائع اور عنایہ میں ہے وان زال ھٰذا العذر لبقیۃ ھٰذہ السنۃ کالرمل فی الطواف ونحوہ ۱۲ منہ غفرلہٗ" یعنی اگرچہ یہ عذر زائل ہوگیا، مگر یہ سنت باقی ہے، جیساکہ طواف میں رمل کا حکم باقی ہے۔

جب اس آیت کا مسنون حکم بھی باقی ہے، تو اپنی مانی ہوئی سُنّت کے خلاف حد سے زیادہ جہر کی بدعتِ سَیِّئَہ پر کیوں زور دیا ہے؟ کہ ایک سو دس صفحے کا رسالہ لکھ مارا۔ تضاد بیانی کی حد کر دی، پہلے بغیر دلیل و سند پیش کیے یہ اقرار کیا کہ بوجہ ارتفاعِ سبب خوفِ شرارتِ مشرکین یہ حکم مرتفع اور منسوخ ہو گیا۔ پھر ص۸۳ میں واضح طور پر اعلان کیا کہ:۔

"وہ عذر شرارتِ مشرکین اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہو چکا، مگر وہ حکم باقی ہے بلکہ یہ سُنّت رملِ طواف کی طرح باقی ہے"

اب ہمارے بڑی عقل والے فضلاءِ کرام سے کوئی پوچھے کہ ص۷۹ سے لیکر ص۸۳ تک آیتِ مبارکہ کے متعلق یہ رٹ لگائی گئی کہ یہ آیت منسوخ ہے، منسوخ ہے۔ اب فرمایا جاتا ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے اور سُنّت ہے۔ جب اس آیت کا حکم بھی باقی ہے اور سُنّت ہے، اور تلاوتِ آیت بھی باقی ہے، تو منسوخ منسوخ کی رٹ لگانا کیسے صحیح ہے؟ یہ پراگندہ دماغی قرآنِ پاک سے ٹکر کھانے کا نتیجہ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اسی طرح کتاب کنز باب صفۃ الصلوٰۃ میں نماز کے واجبات کی بحث کرتے ہوئے والجہر والاسرار فیما یجہر ویسر کے تحت حاشیہ میں شرح فتح اللہ المعین اور شرح مستخلص سے پوری بحث کے بعد یہ عبارت منقول ہے کہ:۔

ثم وان زال ھٰذا العذر بقی الحکم کالرمل فی الطواف ولانہ علیہ السلام واظب علیہما فی جمیع عمرہ فکانا واجباً (انتہیٰ حاشیہ کنز مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۲۳) یعنی بعد میں کفار کی شرارت کا عذر اگرچہ زائل ہوگیا، مگر اس آیت کا حکم باقی ہے، جیساکہ رمل کا حکم طواف میں اب تک باقی ہے۔ اور چونکہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بقیہ

ساری عمر اس پر ہمیشہ عمل فرمایا، تو اس سے جہر اور سِر دونوں واجب قرار دیئے گئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے، اور آپ کے اس حکم پر ہمیشہ عمل پیرا ہونے سے واجب ثابت ہوا ہے۔

بہر حال یہ آیت ہر پہلو سے قابلِ عمل اور ہماری مؤید ہے، اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر ہمیشہ عمل پیرا ہونا واجب کا ثبوت ہے، اور وجوب کے خلاف پر اصرار کرنے والے یقیناً مرتکبِ کبیرہ ہیں، انکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگی۔

نماز میں درمیانی آواز سے پڑھنے کا قرآنی حکم
مفسرینِ اہلسنت کا فیصلہ
یہ آیت منسوخ نہیں ہے

تفسیر کبیر میں امام محمد بن عمر فخر الدین رازی المولود ۵۴۴ھ والمتوفی ۶۰۶ھ نے سورۂ اسریٰ یا بنی اسرائیل کے آخر میں وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا پر قرآن وحدیث ولغت کے لحاظ سے روشنی ڈالکر آخر میں اپنا فیصلہ ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے :-

واقول ثبت فی کتب الاخلاق ان کلا طرفی الامور ذمیم والعدل هو رعایة الوسط ولهذا المعنی مدح الله تعالیٰ هذه الامة بقوله وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا وقال فی مدح المؤمنين وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا وامر الله رسوله فقال وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فكذا هٰهنا نهى عن الطرفين وهو الجهر والمخافتة وامر بالتوسط بينهما فقال وَابْتَغِ

بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًاہ ومنہم من قال الآیۃ منسوخۃ وھو بعید انتہی ۔
(تفسیر کبیر آخر بنی اسرائیل الجزء الحادی والعشرون مطبوعہ البہیۃ المصریۃ ص۷۱) ۔ یعنی اسلام کی اخلاقی کتب میں یہ ثابت ہے کہ سب کاموں کے دونوں طرف (افراط و تفریط) بُرے ہیں، درمیانی راہ اختیار کرنا عین عدل و انصاف ہے، اسلیئے حق تعالیٰ نے اس اُمت کی مدح اس قول میں فرمائی ہے کہ "ہم نے تمہیں درمیانی اُمت قرار دیا ہے"۔ اور تمام ممدوح مومنین کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ "خرچ کرنے میں نہ تو اسراف کرتے ہیں، اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں، بلکہ درمیانی سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں"۔ اور حق تعالےٰ نے اپنے برحق رسول سے ارشاد فرمایا کہ "خرچ کرنے میں نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھے رکھو، اور نہ بالکل کھولدے"۔ تو یہاں اس آیت وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ والی میں جہری قراءت اور سِرّی قراءت، دونوں سے روکا، بلکہ ان دونوں کے درمیان متوسط راستہ اختیار کرنے کا صاف حکم فرمایا ۔ اور جو شخص اس آیت کو منسوخ کہتا ہے، وہ حق سے بہت دُور ہوگیا"۔ ——— حقیقت میں امام رازی قدس سرہٗ نے صاحب تفسیر کشاف زمخشری معتزلی کا رد فرمایا ہے، جو اُس نے کہا ہے کہ آیت میں دعا والے معنی اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً وغیرہ سے منسوخ ہے ۔ مگر امام رازی کے اس قول سے واضح ہوا کہ یہ آیت ہرگز منسوخ نہیں ہے، اور صلاۃ کے معنی دُعا مراد لینا یہاں سباق و سیاق اور شانِ نزول کے صریح خلاف ہوگا، جیسا کہ تفسیر حقانی جلد ۵ ص۱۱۱ میں ہے کہ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً سے اس آیت کو منسوخ کہنا ہی غلطی ہے

تنبیہ

(۱) :- آجتک قرآنِ عظیم کے جتنے تراجم لکھے یا چھاپے گئے اُن سب میں اس آیت کے یہی اجماعی معنی مراد لیے ہیں کہ "نماز زیادہ بلند آوازی سے نہ پڑھ اور نہ بالکل آہستگی سے پڑھ، بلکہ درمیانی آواز سے پڑھنے کا صریح اور صاف قرآنی

حکم ہے "وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا" اس پر واضح دلیل ہے، اور ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا مفہوم ہی زیادہ بلند آوازی سے بولنا ہے، اور مشاہدہ اور تجربہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔

(۲) :- اور آجتک قرآنِ مجید کی جتنی تفاسیر لکھی یا چھاپی گئی ہیں اُن سب میں اس آیتِ مبارک کے متعلق جتنے اقوال لکھے ہیں، اُن سب میں پہلا قول، اور سب سے مقدم تر اسی قول کو بیان کیا ہے، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا صحیح اور اصلی مفہوم ہی یہی ہے کہ جہری نمازوں میں زیادہ بلند آوازی سے قرآن نہ پڑھا جائے بلکہ درمیانی آواز سے قراءت کی جائے، اور بار بار اصرار سے ہمیشہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ قرآنِ حکیم کے صریح حکم کی خلاف ورزی گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ صغیرہ پر اصرار کرنا یقیناً گناہِ کبیرہ ہے، اور ایسے فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۳) :- اسی طرح تفسیرِ کبیر میں شروع پارہ ۲ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا کے نیچے یہ احادیث لکھی ہیں :- (الف) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیر الامور اوسطها ای اعدلها بہترین کام درمیانہ روی ہے۔ (ب) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام علیکم بالنمط الاوسط انتہیٰ۔ تم سب پر درمیانی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۴) :- اور مشکوٰۃ ص ۱۹۱ محدث ترمذی، اور ابوداؤد، اور نسائی سے مروی ہے کہ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الجاهر بالقرآن کالجاهر بالصدقة والمسر بالقرآن کالمسر بالصدقة۔ اس حدیث سے وضاحت کیساتھ جہرِ مفرط سے بچنے کا رجحان علی الاعلان پایا جاتا ہے، مگر نماز میں تو وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا درمیانی آواز سے پڑھنے کی صراحت ہے۔

(۵) :- اسی طرح تمام محدثینِ کرام نے جہاں اس آیت کی احادیث سے تفسیر

بیان کی ہے، سب نے حضرتِ ابنِ عباس وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے درمیانی آواز سے پڑھنا نقل کیا ہے، اور سب سے مقدم اور سب سے پہلے یہی اُوپر والے معنٰی اور مفہوم کو ہی بیان فرمایا، اور صحیح مسلم میں تو باب کا عنوان ہی یہ باندھا ہے کہ "باب التوسط فی الصلوٰۃ الجہریۃ" (یعنی جہری نماز میں توسط اور درمیانی آواز سے پڑھنا) - اور اس کے تحت آخر حدیث میں صاف یہ الفاظ ہیں :-

ولا تجہر ذٰلک الجہر وابتغ بین ذٰلک سبیلا یقول بین الجہر والمخافت

(یعنی اتنی بلند آوازی نہ کر بلکہ جہر و مخافت کے درمیان پڑھ) پوری تفصیل انشاء المولیٰ تعالیٰ آئندہ آئے گی ——— اور امام محی الدین نووی نے اس حدیث کی شرح میں یہی قولِ مختار اور اظہر لکھا ہے لکن المختار الاظہر ماقالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(۶) محدثِ بیہقی کی سننِ کبریٰ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۱۹۵ باب کیفیۃ الجہر میں ہے ولا تجہر ذٰلک الجہر وابتغ بین ذٰلک سبیلا قال یقول بین الجہر والمخافۃ انتہیٰ - یعنی اتنی بلند آوازی نہ کر، بلکہ جہر اور مخافت کی درمیانی آواز سے پڑھ ۔

(۷) قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاءِ کرام نے تکبیراتِ امام اور مبلغین کی تکبیرات کے متعلق بھی صاف لکھا ہے کہ حاجت سے زیادہ بلند آوازی مکروہ ہے :-

والزائد علی قدر الحاجۃ کما ھو مکروہ للامام یکرہ للمبلغ - شامی جلد ۲ ص ۳۵۱

اب اہلِ اسلام خود فیصلہ فرمائیں، جس مسئلہ کا ذکر قرآنِ پاک کی نصِ قطعی اور نصوصِ احادیث میں بڑی صراحت اور وضاحت کیساتھ آیا ہو اُسکے متعلق یہ غلط بیانی کرنا کہ "جبتک دلائلِ شرعیہ سے کسی شے کی حرمت وممانعت ثابت نہو حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے انتہیٰ (ملاحظہ ہو رسالہ "مکبر الصوت" ص ۵ مقدمہ اولیٰ)

اس رسالہ میں مقدمۂ اُولیٰ سے لیکر آخر تک اکثر ایسی غلط بیانیوں، اور تحریفِ معنوی سے

کام لیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو رسالہ کے محترم مصنف سے پوچھنے کا حق ہے کہ کیا قرآنِ پاک میں لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کے جملہ سے نماز میں زیادہ بلند آوازی سے پڑھنے کی صاف اور صریح ممانعت نہیں ہے؟ ——— اور کیا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا کے جملہ سے نماز میں درمیانی آواز سے پڑھنے کا صریح حکم نہیں ہے؟

ان تصریحات کے باوجود یہ غلط بیانی کرنا کہ جبتک دلائلِ شرعیہ سے کسی شے کی ممانعت ثابت نہ ہو حلال وجائز ہے، کسقدر فریب و دھوکہ ہے۔ جب مقدمۂ اولیٰ سے ہی ایسی غلط بیانی کا آغاز ہوا، تو آئندہ کا مضمون کیسا ہوگا؟ اسی پر قیاس کیا جائے ؎

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

خشتِ اول چوں نہد معمار کج ٭ تا ثریا می رود دیوار کج

ایسے غلط فتووں کی بناء پر ترکِ واجب وسُنّت اور صغیرہ پر اصرار وہمیشگی کا رجحان خطرناک ہے۔ مسلمانوں پر احتیاط لازم ہے، کیونکہ ترکِ واجب وسنت پر اصرار وہمیشگی، یا ارتکابِ کراہت پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ والاصح انه یاثم بترك المؤكدة كالواجب انتهى (شامی جلد اول ۲۸۱)

اور کبیرہ گناہ والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں تصریح فرماتے ہیں کہ ترکِ سُنّت پر اصرار اور ہمیشگی کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ارتکابِ کراہت پر اصرار بھی کبیرہ ہے، اور صغیرہ گناہ پر اصرار وہمیشگی بھی گناہِ کبیرہ ہے، اور کبیرہ گناہ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ولا كبيرة مع الاستغفار ولا صغيرة مع الاصرار انتهى (شرح فقہ اکبر للعلامہ علی قاری۔ مطبوعہ مصر ص۱۵۰)۔ اور اسی ص۱۵ میں ہے کہ والاصرار على ترك السنة او ارتكاب على الكراهة كبيرة انتهى

واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لا یہتم لامر دینه وبان فی تقدیم الامامة تعظیمه وقد وجب علیھم اھانته شرعًا ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلة فانه لا یؤمن ان یصلی بہم بغیر طہارة کالمبتدع تکرہ امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم۔ انتہیٰ (شامی جلد اول ص۴۱۴)
خدا تعالیٰ ہم سب کو ایسی بے احتیاطی سے محفوظ فرمائے، آمین ثم آمین

(ترجمہ) :۔ فاسق کی امامت اسلیے مکروہ ہے کہ امام قرار دینے میں اُسکی تعظیم ہے، حالانکہ شریعت میں اُسکی اہانت واجب ہے، اگرچہ علم میں بڑھکر ہے، مگر فسق کا عذر اس میں موجود ہے، کیونکہ اگر بغیر طہارت یہ نماز پڑھائے تو کوئی اعتماد نہیں ہے جیسا کہ مبتدع کی امامت مکروہ ہے، بلکہ شرح منیہ میں تو اسکی امامت مکروہ تحریمی کہی ہے۔

تفسیر کبیر سورۂ اسریٰ یا بنی اسرائیل کے آخر میں آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ؁ کے مباحث کے متعلق لکھا ہے وفیہ مباحث :۔

(البحث الاول) قوله وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ، فیه اقوال (الاول) روی سعید بن جبیر عن ابن عباس ھٰذہ الاٰیة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع صوته بالقرائة فاذا سمعه المشرکون سبوه وسبوا من جاء به فاوحی الله تعالیٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ فیسمع المشرکون فیسبوا الله عدوا بغیر علم وَلَا تُخَافِتْ بِهَا فلا تسمع اصحابك وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ؁

(القول الثانی) روی ان النبی صلی الله علیه وسلم طاف باللیل علی دور الصحابة وکان ابی بکر یخفی صوته بالقرائة فی صلاته وکان عمر یرفع صوته فلما جاء النہار وجاء ابوبکر وعمر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابی بکر لم تخفی صوتك فقال اناجی ربی وقد علم حاجتی وقال لعمر لم

ترفع صوتك فقال ازجر الشيطان واوقظ الوسنان فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر ان یرفع صوتہ قلیلاً وعمر ان یخفض صوتہ قلیلاً (القول الثالث) :- معناہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کلہا وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کلہا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا بان تجھر بصلاۃ اللیل وتخافت بصلاۃ النہار۔

(القول الرابع) :- ان المراد بالصلوٰۃ الدعاء وھذا قول عائشۃ رضی اللہ عنہا وابی ھریرۃ ومجاھد قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا وروی ھذا مرفوعًا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ھذہ الآیۃ انما ذٰلك فی الدعاء والمسئلۃ لا ترفع صوتك فتذکر ذنوبك فیسمع ذٰلك فتعیروا بہا فالجھر بالدعاء منہی عنہ والمبالغۃ فی الاسرار غیر جائزۃ والمستحب من ذٰلك التوسط۔

(البحث الثانی) :- الصلوٰۃ عبارۃ عن مجموع الافعال والاذکار والجھر والمخافتۃ من عوارض الصوت فالمراد ھھنا من الصلوٰۃ بعض اجزاء ماھیۃ الصلوٰۃ وھو الاذکار والقرآن وھو من باب اطلاق اسم الکل لارادۃ الجزء انتہیٰ (تفسیر الکبیر الجزء الحادی والعشرون ص ۱۰۷-۱۰۸ مطبوعہ البھیۃ المصریۃ بمیدان الجامع الازھر بمصر)

یعنی ولا تجھر والی آیتِ مبارکہ میں مباحث ہیں :-

(۱) :- پہلی بحث تو ولا تجھر بصلاتك میں بہت سے اقوال ہیں جن میں پہلا (اور مقدم ترین) ہے کہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے

(الف) :- اس آیت کے متعلق حضرتِ عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی قراءت میں قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے، جب مشرک سنتے تو قرآن اور قرآن کے لانے والے کو گالیاں دیتے، اس پر

حق تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی کہ نماز بلند آواز سے نہ پڑھیے جو مشرک قرآن سنکر خدا تعالیٰ کو اپنی جہالت کی بناء پر گالیاں دیں، اور نہ ایسی آہستہ آواز سے پڑھیے کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں، بلکہ جہر اور مخافت کی درمیانی راہ سے پڑھیے۔

(ب):- دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مدینہ میں صحابۂ کرام کے گھروں کا دورہ فرمایا، تو حضرت ابو بکر صدیق نماز میں آہستہ قرآنِ کریم پڑھ رہے تھے، اور حضرت عمر بلند آواز سے نماز میں قرآنِ پاک پڑھتے تھے۔ جب دن میں دونوں حاضر ہوئے، تو آپ نے حضرتِ صدیقِ اکبر سے پوچھا کہ تم نماز میں قرآن آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا میں اپنے ربِ العرش سے سرگوشی کرتا ہوں جو بیشک میری حاجت کو جانتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت عمرِ فاروق سے دریافت فرمایا کہ تم کیوں بلند آواز سے پڑھتے ہو؟ تو عرض کیا کہ شیطان کو دفع کرتا ہوں، اور عبادت سے غفلت برتنے والے کو جگاتا ہوں۔

اس پر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا ابو بکر سے فرمایا کہ تھوڑا بلند آوازی سے پڑھو۔ اور سیدنا عمر سے فرمایا تھوڑا آہستگی سے پڑھو۔ یہی دو قول امام رازی کے ہاں پسندیدہ ہیں، جیساکہ آخر مبحث میں تفصیلی فیصلہ دیا ہے۔

(ج):- تیسرے قول کا یہ مفہوم ہے کہ نہ تو تمام نمازوں کو بلند آواز سے پڑھو اور نہ سب نمازوں کو آہستہ پڑھو، بلکہ اسطرح درمیانی راستہ اختیار کرو کہ رات کی نمازیں بلند آواز سے پڑھو، اور دن کی نمازیں آہستہ پڑھو۔

(د):- چوتھا قول جو حضرت عائشہ اور حضرتِ ابوہریرہ اور حضرتِ مجاہد تابعی علیہم الرضوان سے مرفوعاً مروی ہے کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے، اور مسئلہ یہ ہے کہ ایسی بلند آواز سے دعا نہ مانگو کہ دوسرے لوگ تمہارے گناہوں کا حال سنکر مجھے عار دلائیں، تو ایسی بلند آواز دعا میں منع ہے، اور آہستہ پڑھنے میں مبالغہ کرنا بھی

ناجائز ہے، بلکہ مستحب یہ ہے کہ درمیانی راستہ اختیار کیا جائے ۔ تاکہ خود بھی سُن سکے جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کا قول ہے ۔

(۲) :- اور ثانی بحث یہ ہے کہ صلوٰۃ تو تمام اذکار و افعال کا مجموعہ ہے، پھر بلند آوازی اور آہستہ آوازی تو آواز کے عوارضات میں سے ہیں، اور یہاں نماز کے بھی بعض اجزاء قرآنی اذکار مراد ہیں، جیسا کہ مجازاً اطلاقِ کُل سے جُزء مراد لیا جاتا ہے

نوٹ :- یہ بات ضرور خیال میں رہے کہ اصولِ فقہ کا یہ مسلّمہ قانون ہے کہ نزولِ آیات کے کتنے ہی مختلف اسباب بیان کیے جائیں، اُن کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ اعتبار فقط الفاظ کی عمومیت کا ہے، جیسا کہ عما تقرر ان العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب انتہیٰ در مختار شروع بحث طلاق غیر مدخول بہا شامی جلد ۲ ص ۴۹۳ میں ہے ۔ اور اس بحث کے نیچے شامی میں صاف لکھا ہے کہ قرآنی نصوص کے خلاف کوئی تاویل و اجتہاد بڑی لغزش اور گمراہی ہے ۔ ھی زلۃ عظیمۃ مصادمۃ للنص (الی ان قال) لا یسوغ الاجتہاد فیہ لفوات شرطہ من عدم مخالفۃ الکتاب والاجماع نعوذ باللہ من الزیغ والضلال ۔

تفسیرات احمدیہ مطبوعہ علیمی ص ۳۳۳ سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں تصریح کی ہے والغرض ھٰھنا من قولہ تعالیٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وبیانہ ما قیل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع صوتہ بقرائۃ فاذا سمعہا المشرکون لغوا وسبوا فامر بان یخفض من صوتہ بھذہ الآیۃ والمعنی لا تجہر لقرائۃ صلاتک حتی یسمع المشرکون ولا تخافت بہا حتی لا یسمع من خلفک وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ ای بین الجہر والاخفا سبیلا وسطا ۔

وروی ان ابا بکر کان یخفض ویقول انا اناجی ربی وقد علم حاجتی وعمر کان یجہر ویقول اطرد الشیطان واوقظ الوسنان فلما نزلت امر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر ان یرفع قلیلاً وعمر ان یخفض قلیلاً ھٰکذا قالوا وعلی ھٰذا فالآیۃ فی حق مقدار الجہر المندوب فی الصلوٰۃ ولم یذکرہ الفقہاء بل قالوا ادنی الجہر استماع غیرہ وادنی المخافۃ استماع نفسہ وقیل ادنی الجہر استماع نفسہ وادنی المخافۃ تصحیح الحروف والمعتمد الماخوذ ھو الاول وقیل معنی الآیۃ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ كلها وَلَا تُخَافِتْ بِهَا كلها وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا بان تجہر بصلاۃ اللیل وتخافت بصلاۃ النہار وعلی ھٰذا فالآیۃ فی تعیین الصلاۃ الجہریۃ وغیر الجہریۃ ولم یتعرض لہا الفقہاء ایضاً ولا ذکر فیہ للجمعۃ والعیدین انما ھما فی صلوٰۃ کل یوم ولیلۃ علی ما لا یخفیٰ۔

وقیل معنیٰ قولہ تعالیٰ بِصَلَاتِكَ بدعائک صرح بہ فی المدارک تبعاً للکشاف کما ھو دابہ وقال صاحب الکشاف بعد نقل ھٰذا المعنی وذہب قوم الی ان الآیۃ منسوخۃ بقولہ تعالیٰ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً وھٰذا لفظہ وقد مضیٰ بیانہ فی سورۃ الاعراف وھٰذا المعنی ای معنی الدعاء ھو المختار للامام الزاہد ولم یتعرض لہ القاضی البیضاوی وتبعہ الحسینی کما ھو دابہ انتہی

یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کی غرض یہاں یہ ہے اور جس کے بیان میں یہ کہا گیا ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے نماز میں قرآن پڑھتے اور مشرکین سنتے تو شور مچاتے اور گالیاں بکتے، اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم آیا کہ اپنی آواز کو نیچا کرو۔ آیت سے مقصود یہ ہے کہ نماز کو اتنی بلند آواز سے نہ پڑھو جو مشرکین سن سکیں اور اتنا نیچا بھی نہ پڑھو کہ آپ کے مقتدی نہ سن سکیں، بلکہ جہر اور مخافت کی درمیانی راہ اختیار کرو۔

اور حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق آہستہ آواز سے نماز پڑھتے اور کہتے کہ میں ایسی مقدس ذات خدا سے سرگوشی کرتا ہوں

جو میری حاجت کو خوب جانتا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق نماز بلند آواز سے پڑھتے اور کہتے کہ اس سے شیطان کو دفع کرتا ہوں، اور عبادت سے غفلت کی نیند سونے والوں کو جگاتا ہوں۔
پھر جب یہ آیت نازل ہوئی، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو حکم دیا کہ کچھ بلند آواز سے پڑھو، اور فاروق اعظم سے فرمایا کچھ نیچی آواز سے نماز پڑھو۔ اسی طرح علماء نے کہا ہے کہ اس مفہوم کی بناء پر یہ آیت نماز میں جہری قراءت کی مستحب اور درمیانی حد کو مقرر فرماتی ہے، جسے فقہاء نے بیان نہیں کیا، بلکہ فقہاء نے فقط مخافت اور جہر کی ادنیٰ حد بیان کی کہ دوسرے کو سنانا ہے، اور مخافت کی ادنیٰ حد اپنے کو سنانا ہے۔ اور بعض نے یہ کہا کہ جہر کی ادنیٰ حد اپنے کو سنانا، اور مخافت کی ادنیٰ حد فقط حروف کی تصحیح ہے لیکن پہلا قول زیادہ اعتماد کے لائق ہے۔
(نوٹ:۔ بعض فقہاء نے جہر کو بے حد بتایا ہے، تو اسکا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ نماز میں بھی بے حد جہر کیجائے۔ کسی چیز کی حد بیان کرنا دوسری چیز ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز میں بھی ضرور بے حد آواز بلند کی جائے، جیسا کہ رسالہ مکبر الصوت ص۸۷ میں یہ غلط فہمی پھیلائی ہے ۱۲ منہ)
اور بعض علماء نے آیت کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ نہ تو ساری نمازیں بلند آوازی سے ادا کرو، اور نہ سب نمازیں پست اور نیچی آواز سے پڑھو، بلکہ درمیانی راہ اسطرح اختیار کرو کہ رات میں ادا کرنیوالی نمازوں کو بلند آوازی سے پڑھو، اور دن کی نمازیں مخافت و پست آواز سے پڑھو۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے درمیانی راستہ یہ نکلا کہ کچھ نمازیں بلند آواز سے مخصوص کی گئیں، اور کچھ مخافت کے لیے مقرر ہوئیں۔ فقہاء نے اس معنیٰ کو بھی نہیں لیا اس میں جمعہ اور عیدین شمار نہیں ہیں، فقط روزانہ کی پنجوقتی نمازیں مراد ہیں۔
اور بعض نے آیت میں صلوٰۃ سے دعا مراد لی ہے، جیسا کہ تفسیر مدارک میں اپنی عادت کے مطابق کشاف کی متابعت کر کے تصریح کی ہے، اور محمود بن عمر جار اللہ معتزلی

زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے کشاف میں اسی دعائی معنی کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ آیت سورۂ اعراف کی آیت اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً سے منسوخ ہے۔ یہی اسکے الفاظ ہیں۔ اور سورۂ اعراف میں دعا والے معنی کو امام زاہد نے اختیار کیا ہے۔ اور مفسر قاضی بیضاوی نے اس معنی کو نہیں چھیڑا، اور تفسیر حسینی میں ملّا حسین کاشفی نے اپنی عادت کے موافق بیضاوی کی ہی متابعت کی ہے۔

تفسیر احمدیہ کے نتائج

(۱):- یہ آیت جہری نماز میں قراءت کی درمیانی حد مقرر کرنے کیلیے مخصوص ہے جیسا کہ وابتغ بین ذالك ای بین الجهر والاخفاء سبيلًا وسطًا کے الفاظ صاف صاف بتا رہے ہیں، اور یہی مفہوم و معنی سب سے زیادہ واضح اور مختار ہیں، اور تمام مفسرین نے سب سے مقدم اور پہلے اسی معنی کو بیان فرمایا ہے، اور خود رسالہ مکبر الصوت کے صـ۸۰ میں یہی معنی سب سے مقدم بیان کیے ہیں۔

(۲):- یہ آیت جہری نماز کی قراءت کے متعلق نازل ہوئی، جیسا کہ والمعنی لا تجهر بقراءتك صلاتك سے روشن ہے، اور حدیث سے اس معنی کی تائید پیش کرنا دلیل ہے کہ مفسرین کے نزدیک یہی معنی مختار اور قابلِ ترجیح ہیں۔

(۳):- حدیث مرویہ (ابوداؤد و ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل فصل ثانی) سے بھی اسی معنی کی تائید بیان کی ہے کہ جہری نماز میں قراءت کی متوسط حد یہی ہے، جیسا کہ وعلی هذا فالاٰية فی حق مقدار الجهر المندوب فی الصلوٰة سے صاف ظاہر ہے۔

(۴):- یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے، جسمیں صحابۂ کرام کو اطمینان سے شبینہ نماز میں جہری قراءت کا موقع ہاتھ آیا تھا، جیسا کہ سننِ کبریٰ بیہقی جلد ۲ صـ۱۹۵ سے رسالہ

"مکبر الصوت" نے صلہ۸ میں نقل کیا قال الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لم یکن فی الوقت الذی جہر فیہ عمر ھذا الجہر ما کان فی وقت نزول الآیۃ من خوف المشرکین ان ینالوا منہ سے اسکی تائید ملتی ہے، اور اوقظ الوسنان واطرد الشیطان' سے اسی اطمینانِ عبادت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس آیت کے نزول کے بعد ہی مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ صدیق اکبر اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز میں درمیانی اور متوسط و معتدل آواز سے قراءت کا حکم دیا، کیونکہ یہ حدیث حضرتِ ابی قتادہ مدنی انصاری خزرجی سے مروی ہے، جو ہجرت کے زمانہ میں بالغ ہی نہیں تھے، اسی لیے بدر میں شریک نہ ہوئے تھے، اور انھیں کے بیان کے مطابق مفسر نے تصریح کی ہے کہ فلما نزلت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر ان یرفع قلیلاً وعمر ان یخفض قلیلا کے الفاظ سے صاف واضح ہوتا ہے۔ اسکی مزید تفصیل بحثِ احادیث میں آئیگی انشاء المولی العزیز۔

(۵) :- اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے نیچے ان الفاظ کیساتھ تصریح ہے :-

"ایں ہدایت است بطریقِ وسط و اعتدال و تصرف است بتغییر آنچہ ایشاں برآں بودہ اند چنانچہ عادتِ مرشداں و تصرف ایشان است۔ رواہ ابوداؤد والترمذی نحوہ" انتہیٰ (اشعۃ اللمعات جلد اول ۵۵۵ باب صلاۃ اللیل فصل ۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

اصولِ فقہ کا واضح قانون ہے کہ نصوص میں الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے، سببِ نزول کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

(۶) :- دوسرے غیر مختار معنی جو تفسیر احمدیہ میں پنجوقتی نماز کی تقسیم جہری اور غیر جہری سے کی ہے، اسکی تائید اگرچہ صریح طور پر قرآن وحدیث سے بیان نہیں کی تاہم ہمارے مقصود کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس سے جہری اور سری نمازوں کا تعین وتقرر معلوم ہوا، جو قرآنی الفاظ سے صاف معلوم نہیں ہوتا، مگر مفسرین علماء کا

استنباط ہے، جیسا کہ فالآیۃ فی تعیین الصلوٰۃ الجہریۃ وغیر الجہریۃ سے واضح ہے۔

(۷):۔ بعض نے آیتِ مذکورہ میں لفظ "صلوٰۃ" سے دعا کے معنی لیے ہیں، اور صاحب کشاف زمخشری معتزلی المولود ۴۶۷ھ المتوفی ۵۳۸ھ نے دعا والے معنیٰ کے لحاظ سے سورۂ اعراف کی آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً سے اسے منسوخ بتایا ہے، مگر علامہ بیضاوی وغیرہ نے یہ معنی نہیں لیے، جیسا کہ قال صاحب الکشاف بعد نقل ھٰذا المعنی وذھب قوم الی ان الآیۃ منسوخۃ بقولہ تعالےٰ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً الخ سے ظاہر ہے۔ اور تفسیر حقانی جلد ۵ ص۱۱۵ میں کشاف کے اس قول کو غلط قرار دیا ہے۔ حقانی کے الفاظ یہ ہیں:۔ "اسکو آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اور اُذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ سے منسوخ کہنا غلطی ہے"۔ انتہی بلفظہ اور تفسیر کبیر میں بھی اس آیت کو منسوخ بتانا بعید از حق بتایا ہے۔

(۸):۔ اس آیتِ مبارکہ اور حدیث کے مفہوم سے روز روشن کی طرح ثابت و واضح ہوا کہ خدا تعالیٰ، اور اُسکے برحق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جہری نماز و نمیں نہ افراط پسند ہے، اور نہ تفریط۔ بلکہ حدیث خیر الامور اوسطہا کے مطابق فقط توسیط اور درمیانی آواز سے پڑھنا پسند ہے، اور ان نصوصِ قطعیہ صریحہ کی خلاف ورزی مکبر الصوت اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ کرنا محض فریب نفس، اور قیاسِ فاسد پر مبنی ہے اور احکامِ الٰہیہ سے کھلا مذاق ہے، جس پر وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا شاہد ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو ایسے نفسانی فریبوں سے محفوظ فرمائے، اور کتاب و سُنّت پہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔

(۹):۔ نزولِ وحی کے ابتدائی دَور، اور احادیثِ صحیحہ، اور اسلامی تاریخ کے دفاتر سے واضح ہوتا ہے کہ ابتداء میں فقط دو دو رکعت کی نماز مقرر ہوئی، اس میں

دن کی نمازوں کا آہستہ پڑھنا، اور رات کی نمازوں میں بلند آواز سے پڑھنے کی تقسیم کرنا، اور اسکا وسط نکالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس سے جہری اور غیر جہری نمازوں کی تعیین کا سوال سمجھ میں آسکے، کیونکہ پنجوقتی نماز کا فرض ہونا تو شبِ معراج میں ہوا جو ہجرت سے ایک سال پہلے کا واقعہ ہے۔

سیرۃ النبی مؤلفہ شبلی نعمانی جلد ۲ صفحہ ۸۹ ایڈیشن اول کے حاشیہ میں مولوی سید سلیمان صاحب کا یہ نوٹ ہے کہ "نماز کے بیانِ تاریخ میں محدثین مختلف الرائے ہیں، ابن حجر نے فتح الباری جلد اول صفحہ ۳۹۳ میں جو خلاصہ مباحث نقل کیا ہے اُسکا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ معراج سے پہلے انکی غیر موقت نماز کے علاوہ کوئی اور نماز فرض نہ تھی۔ حربی کی رائے ہے کہ صبح و شام کی دو دو رکعتیں فرض تھیں۔ امام شافعی نے بعض اہلِ علم سے روایت کی ہے کہ پہلے رات کی یعنی دیر تک نماز فرض تھی بعد ازیں فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن کی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا، اور صرف تھوڑی رات تک نماز فرض رہ گئی، اسکے بعد نمازِ پنجگانہ نے اس حکم کو بھی منسوخ کر دیا۔ ہمنے جو تاریخ بیان کی ہے، وہ انھیں چند سطروں کی تفصیل ہے، جسکی تطبیق قرآن مجید کی چند آیتوں سے کر دی گئی ہے۔ اس تفصیل سے یہ گرہ بھی کھل جاتی ہے کہ قرآنِ مجید میں اوقاتِ نماز کے مختلف بیانات کیوں ہیں" ؟ انتہیٰ

(۱۰) :۔ احادیثِ صحاح اور اسلامی روایات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ پانچ وقتی نماز کا فرض ہونا واقعۂ معراج سے متعلق ہے، جو اختلاف کے باوجود جمہور مفسرین و محدثین کے نزدیک اصح اور راجح قول یہی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج کا واقعہ ہوا، جیسا کہ تفسیراتِ احمدیہ مطبوعہ علیمی دہلی صفحہ ۳۴۹ بحث ابتداء سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ :۔

(الف):- والاصح انها فی لیلة السابعة والعشرون من رجب فی الثانیة وعشر من النبوة وقبل الھجرة بسنة انتہی۔ یعنی واقعہ معراج کے متعلق زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ۲۷ رجب ۱۲ نبوی کو یہ واقعہ ہوا۔

(ب):- تفسیر حقانی جلد ۵ بحث سورۂ بنی اسرائیل صـ۵ میں ہے کہ:-
"یہ معراج کا واقعہ محققین کے نزدیک ہجرت سے ایک سال پیشتر رجب کے مہینہ میں ستائیس کو ہوا تھا۔"

(ج):- علامہ ابن کثیر نے سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں مندرجہ بالا قول کی تائید فرمائی ہے:- عن الزھری کان الاسرئ قبل الھجرة بسنة وکذا قال العروة الخ انتہی (تفسیر ابن کثیر جلد ثالث صـ۲۲)

تفسیر روح البیان جلد ۳ صـ۵۵۴ میں اس آیت کے متعلق یہ الفاظ ہیں:
وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ای بقراءت صلاتک فی المسجد الحرام بحیث تُسمع المشرکین فان ذالک یحملهم علی سب القرأن ومن انزله ومن جاء به والغوا فیه ففیه حذف المضاف لان الجهر والمخافت صفتان تعتقبان علی الصوت لا غیر والصلاة افعال واذکار وهو من تسمیة الجزء بالکل مجازاً وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ای بقرائتها بحیث لا تسمع من خلفک من المؤمنین قال الکاشفی وآواز فرومدار بآں وَابْتَغِ اطلب بَيْنَ ذَٰلِكَ ای بین الجهر والمخافت علی الوجه المذکور سَبِيلًا امراً وسطاً فان خیر الامور اوسطها والتعبیر عن ذالک بالسبیل باعتبار انه امر یتوجه الیه المتوجهون ویامه المقتدون ویوصلهم الی المطلوب (روی) ان ابابکر رضی الله تعالیٰ عنه کان یخفت ویقول اناجی ربی وقد علم حاجتی وعمر رضی الله تعالیٰ عنه یجهر بها ویقول اطرد الشیطان واوقظ الوسنان فلما نزلت امر رسول الله صلی الله علیه وسلم

ابا بکر ان یرفع قلیلا و عمر ان یخفض قلیلا انتہی۔ یعنی اس آیت کی تفسیر علامہ اسمٰعیل حقی یوں فرماتے ہیں کہ آیت کا شانِ نزول تو وہی کفارِ مکہ کی شرارت تھی اور وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ میں لفظ قراءت جو مضاف ہے وہ محذوف، اصل میں بقراءت صلاتک ہے، اور یہ آیت ہے ہی قراءتِ نماز کے متعلق ہے کیونکہ جہر و مخافت آواز کی صفتیں ہیں نہ کہ کسی دوسری چیز کی۔ اور نماز اگرچہ بہت سے افعال و اذکار کا نام ہے، مگر یہاں مجازاً تسمیۃ الجز باسم الکل ہے، اور جہری قراءت میں ایسی پست آواز بھی نہ کرو، جو تمہارے پیچھے مومنین بھی نہ سُن سکیں، جیسا کہ علامہ حسین کاشفی نے تفسیر حسینی میں کہا ہے، بلکہ جہر و مخافت کی درمیانی راہ طلب کرو کیونکہ حدیث خیر الامور اوسطہا کی رُو سے درمیانی راستہ ہی مطلوب ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق نماز نہایت پست آواز سے پڑھتے، اور حضرت فاروقِ اعظم بلند آواز سے نماز پڑھتے، تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکر سے فرمایا آواز اُونچی کرو، اور عمر سے فرمایا آواز نیچی کرو۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ آیت جہری نماز میں درمیانی آواز سے پڑھنے کے متعلق ہے، جیسا کہ تمام مفسرین کا اصح اور ارجح قول یہی ہے۔

رضوی، نعیمی اور اشرفی حضرات کا فیصلہ

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال منع ہے

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝

(آخری رکوع سورۂ بنی اسرائیل یا سورہ اسریٰ)۔ اسکے تحت اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ یوں ترجمہ فرماتے ہیں:۔

"اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو" انتہی بلفظہٖ

(نوٹ) :- یہاں بالکل صاف اور واضح طور پر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے آیت سے نماز میں درمیانی آواز سے پڑھنا ہی مُراد لیا ہے، جیسا کہ تمام اہلِ سُنّت مترجم اور مفسر لیتے آئے ہیں۔ اب جو مفتیانِ کرام انکے نام کی آڑ لیکر دوسرے سُنّیوں کو نصِ قرآنی کے مقابلہ میں اپنے خیالی قیاس سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں خدا کے لیے اپنے ضمیر میں فیصلہ کریں کہ خدائی آیات سے کیا ہنسی اور مذاق کر رہے ہیں۔ ۱۲ منہ

اور اس ترجمہ کے آخری جملہ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ؕ کے متعلق حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولٰنا حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور تفسیر "خزائن العرفان" میں لکھتے ہیں :-

"متوسط آواز سے پڑھو جس سے مقتدی باسانی سُن لیں" الخ انتہٰی

اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب جیسے مشہور نعیمی بزرگ اپنے "حاشیہ نور العرفان فی حاشیۃ القرآن" میں اس آیت مبارک کے حاشیہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ :-

"اس سے معلوم ہوا کہ اب لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانی منع ہے، کیونکہ اس میں ضرورت سے زیادہ اُونچی آواز نکلتی ہے، جو نماز میں ممنوع ہے، اسی طرح جب مقتدی تھوڑے ہوں، تو زیادہ چیخ کر قراءت نکرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بلند آواز سے قرارت فرماتے تھے، تو کفار رب کو گالیاں دیتے تھے، تب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اسلیے اب بھی ظہر اور عصر میں آہستہ قرارت کیجاتی ہے تاکہ مسلمان اُس زمانہ کی اپنی مجبوری یاد رکھیں"۔ انتہٰی

(مختصر تفسیر نعیمی مطبوعہ گلزارِ عالم پریس لاہور ص۴۶۷)

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ممانعت

از حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ

آپ جب آخری دفعہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کراچی میں حضرت محدث صاحب کچھوچھوی مدظلہم العالی کی معیت میں تشریف لائے تو ایک فتوے پر جو راقم الحروف نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ممانعت پر لکھا تھا، اور بعد میں جمعیۃ العلماء پاکستان کراچی کی طرف سے "اہم فتویٰ" کے نام سے شائع کیا گیا تھا، اُس پر اِن الفاظ میں تصدیق ثبت فرمائی:-

مبسملا حامدا و مسلما اذان داخلِ مسجد مکروہ ہے خواہ مستمراً ہو، یا احیاناً، اور بعد اذان لاؤڈ اسپیکر کا مسجد میں لانا ہی بیکار ہے، کیونکہ امام کی قراءت سُنانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے جیسا کہ حضرتِ مجیب سلمہٗ نے تحریر فرمایا واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبل المتین محمد نعیم الدین المراد آبادی غفرلہٗ الہادی"

کذلک الجواب واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی کچھوچھوی

(۱):- قرآنِ عظیم کی نص قطعی نہی (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) پر اور قرآنِ عظیم کی دوسری نصِ قطعی امر (وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا) پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے، اور بغیر سندِ قرآنی اور حدیثِ متواتر فقط ایک ضعیف و مرجوح قول کی بنا پر آیتِ مبارکہ کو منسوخ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اور حیرت ہے کہ رسالہ "مکبر الصوت" کے ص۸۱ میں آیت کے منسوخ ہونے کی رٹ لگائی، اور پھر ص۸۳ میں صاف اقرار کیا کہ

"اس آیت کا حکم باقی ہے" اتنی تضاد بیانی فقط قرآنِ پاک سے ٹکر کھانے کا نتیجہ ہے اور تلاوت بھی باقی تو منسوخ کیا چیز ہے؟

(۲):۔ اور حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صریح قول (یا ابا بکر ارفع من صوتك شيئًا وقال لعمر اخفض من صوتك شيئًا) کی خلاف ورزی اور حد سے زیادہ اونچی آواز لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے اور کیا ہو سکتی ہے؟

(۳):۔ قال الا ان كلكم مناج ربه فلا يؤذين بعضكم ولا يرفع بعضكم على بعض في القراءت، ابوداؤد جلد اول ص۱۸۸ کی خلاف ورزی ہے۔

(۴):۔ اور فرامینِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلاف ورزی ہے جیسا کہ ابوداؤد جلد ۱ ص۱۸۸ میں ہے (تفصیل مع ترجمہ بحث حدیث میں آئیگی انشاء المولی العزیز) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجاهر بالقرآن كالجاهر بالصدقة والمسر بالقرآن كالمسر بالصدقة۔

(۵):۔ اور آخری وصیتوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا فانه من يعش منكم بعدی فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة (رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجه الخ مشكوٰة ص۳۰ باب الاعتصام بالكتاب والسنة) یعنی بیشک جو بھی تم میں سے اگر میرے بعد زندہ رہے، تو بہت سے اختلافات دیکھے گا، پس تم پر میری سُنّت پر عمل کرنا لازم اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سُنّت پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی سُنّت کو تھامو، اور مضبوطی سے اسی سُنّت پر عمل کرو، اور نو پیدا شدہ بدعات سے بچو، اور سُنّت کے خلاف جو بھی نئی چیز پیدا ہو بدعت ہے، اور ایسی ہر بدعت گمراہی ہے۔

(نوٹ) :- اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ تعامل جو مستلزم وجوب ہے، اور خلفاء راشدین کا ہمیشہ کا تعامل بھی واجب العمل اور ضروری ہے، اور آپ سب حضرات نے نماز میں حد سے زیادہ بلند آواز سے ہرگز ہرگز کام نہیں لیا، تو لبعد میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اس تعامل کے صریح خلاف ہے، جو واضح گمراہی اور بدعتِ منکرہ ہے۔

(۶) :- اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس سے لیکر لاؤڈ اسپیکر کے ایجاد و استعمال تک ساری اُمتِ مسلمہ کا ہمیشہ اجتماعی تعامل سُنّتِ مبارکہ کے موافق ہے، جسمیں سب رضوی بریلوی حضرات وغیرہما اہلِ سُنّت شامل ہیں جسکے لیے دلیل اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔ (رواہ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ صنہ۳) کافی ہے، اور جو نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر اصرار کر کے تعاملِ اُمتِ مسلمہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں، یا آئندہ کرینگے، وہ اپنا چہرہ فَإِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ کے وعید کے آئینہ میں ذرا دیکھ لیں۔

(۷) :- اور فمن رغب عن سُنّتی فلیس منّی۔ متفق علیہ مشکوٰۃ ص۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔ یعنی جس نے میری سُنّت سے مُوںھ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔ اب مسلمان خود انصاف فرمائیں کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمیشگی اور تعاملِ مبارک آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کے نزول کے بعد نماز میں درمیانی آواز کی سُنّت ہے، یا اسکے خلاف حد سے زیادہ بلند آواز کی سُنّت ہے؟

(۸) :- اعلیحضرت فاضل بریلوی اور حضرت صدر الافاضل مولنا محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہما کا ترجمہ و تفسیری حاشیہ اور تصدیقِ فتویٰ گزر چکا، اس سے خود اہلِ اسلام فیصلہ کریں کہ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ کوئی اپنے کو رضوی، بریلوی، نعیمی، اشرفی بھی ظاہر فرمائے، اور عملی طور پر اُن کے مسلک کا رد بھی کرتا رہے،

بقول اکبر الٰہ آبادی سے

زباں پہ آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن بھی رہی
صنم کے پاؤں پہ لیکن جھکی جبیں بھی رہی

احادیث سے جہری نمازوں میں درمیانی آواز سے پڑھنے کا حکم

(۱):- صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التوسط فی الصلوٰۃ الجہریۃ مطبوعہ مصر جزو رابع صفحہ ۱۶۴ میں ہے کہ عن ابن عباس فی قولہ عزوجل وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوار بمکۃ فکان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ وجاء بہ فقال اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ فیسمع المشرکون قراءتک وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عن اصحابک اسمعہم القراءۃ ولا تجہر ذلک الجہر وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا یقول بین الجہر والمخافتۃ انتہٰی

یعنی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا والی آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ اسوقت نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں مختفی تھے، تو جب اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے، اور مشرک اسے سنتے، تو قرآن کو، اور خدا تعالیٰ کو، اور قرآن کے لانے والے کو گالیاں دیتے، تب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اپنی نماز بلند آواز سے نہ پڑھو، جو مشرکین تمہارا پڑھنا سن سکیں، اور اتنا مخفی بھی نہ پڑھو کہ تمہارے صحابہ بھی نہ سن سکیں، انکو قرآن سناؤ، اور ایسی بلند آواز نہ کرو، بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرو، یعنی بلندی اور آہستگی کے درمیانی آواز سے نماز پڑھو۔

اس حدیث مبارک کا مفہوم و مقصد ظاہر ہے، میانہ روی سے پڑھنا۔ اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت سے مراد جہری نماز میں درمیانی آواز سے قرآن پڑھنا چاہیئے، جیسا کہ "ولا تجهر ذٰلك الجهر وابتغ بين ذٰلك سبيلا يقول بين الجهر والمخافتة" والے الفاظ آفتاب کی طرح اس پر روشنی ڈال رہے ہیں، اور یہی معنیٰ سب سے مختار اور زیادہ صحیح ہیں۔

اس حدیث کے تحت امام محی الدین نووی یحییٰ بن شرف متوفی ۶۷۶ھ صاف تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ ذکر فی الباب حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وھو ظاہر فیما ترجمنا له وھو مراد مسلم بادخال ھذا الحدیث ھٰذا وذکر تفسیر عائشة رضی اللہ عنہا ان الاٰیة نزلت فی الدعاء واختارہ الطبری وغیرہ لکن المختار الاظھر ما قاله ابن عباس رضی اللہ عنہما واللہ اعلم انتہیٰ

یعنی امام مسلم کا حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جہری نماز میں درمیانی آواز سے پڑھنے والے باب میں ذکر کرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ صاحب صحیح مسلم کی بھی یہی مراد ہے، جیسا کہ ہمنے ترجمہ باب میں بیان کیا، اور یہی قول مختار اور زیادہ ظاہر ہے (یہ قوی تر فتوے کے الفاظ ہیں جو امام نووی جیسے محدث کی تصریح ہے) اور یہ بھی ظاہر کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے (کہ درمیانی آواز سے دعا مانگی جائے) جیسا کہ طبرانی وغیرہ نے اسے اختیار کیا ہے مگر مختار اور زیادہ ظاہر قول وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جہری نماز میں درمیانی آواز سے پڑھنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اب ایسی واضح نصوص اور تصریحات محدثین کی کوئی بیجا تاویلات گھڑ لے، تو اُسے خدا تعالیٰ صحیح فکر و سمجھ عطا فرمائے۔ سچ ہے ع

صد فلاطوں را یکے کج بحث ملزم میکند

(۲) :۔ عن ابن عباس فی قولہٖ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۔ قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ اذا اسمعوا شتموا القراٰن ومن انزلہ ومن جآء بہ فقال اللہ تعالٰی لنبیہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القراٰن وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عن اصحابک وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۔ ھذا حدیث صحیح (انتھٰی ترمذی جلد ۲ ص ۱۴۲ بحث تفسیر سورۃ بنی اسرائیل مطبوعہ مجتبائی دہلی)

اسکے حاشیہ قوۃ المغتذی میں ہے کہ :۔ قولہ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ای بین الجھر والمخافت سبیلا وسطا فان الاقتصاد فی جمیع الامور محبوب وقیل معناہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ باسرھا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا بالاخفات نہارًا والجھر لیلًا ۔ انتھٰی

یعنی سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیتِ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں مخفی تھے، اور جب اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے، تو مشرکین اُسے سُنکر قرآن اور اُس کے نازل فرمانیوالے، اور قرآن کے لانیوالے کو گالیاں دیتے، تو اس پر خدا تعالٰی نے اپنے نبی کو نماز میں بلند آواز سے پڑھنے کو منع فرمایا، کیونکہ کفار سُنکر گالیاں بکتے ہیں، اور ایسی پست آواز سے بھی منع فرمایا کہ مقتدی صحابۂ کرام بھی نہ سُن سکیں، بلکہ اسکی درمیانی راہ اختیار کرنے کا حکم دیا ۔ اور محدث ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا ہے،

اور حاشیہ میں وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا کی یوں تشریح کی ہے کہ مخافت اور جہر کے درمیان متوسط راہ اختیار کرنے کا حکم دیا، کیونکہ درمیانہ رَوِی سب کاموں میں محبوب اور پسندیدہ ہے، اور قیل کے ضعیف لفظ سے ظاہر کیا کہ بعض نے یہ معنی کیے ہیں کہ نہ تو سب نمازوں کو بلند آواز سے ادا کیا جائے اور نہ تمام نمازوں میں آہستہ قراءت

کی جائے، بلکہ انکے درمیان دن کی نمازوں میں قراءت آہستہ کی جائے، اور رات کی نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کیجائے، مگر اوپر والی حدیث میں آخری معنی کی تائید نہیں ملتی، لہٰذا صحیح حدیث کی رُو سے پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔

(۳۳):- عن ابی قتادة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلة فاذا ھو بابی بکر یصلی یخفض من صوته فقال ومر بعمر ابن الخطاب وھو یصلی رافعاً صوته قال فلما اجتمعا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر مررت بک وانت تصلی تخفض صوتک قال قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ قال وقال لعمر مررت بک وانت تصلی رافعاً صوتک فقال اوقظ الوسنان واطرد الشیطان زاد الحسن فی حدیثه فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر ارفع من صوتک شیئاً وقال لعمر اخفض من صوتک شیئاً انتھی (ابوداؤد جلد اول ص۱۸۸ مع حاشیة التعلیق المحمود مطبوعہ نامی کانپور باب رفع الصوت فی القرائة فی صلوٰة اللیل ومشکوٰة باب صلوٰة اللیل ص۱۰۷)

اس سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق جہر کی جتنی روایات ہیں، وہ سب پہلے کی ہیں، اور منسوخ ہیں، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آپ کی ممانعت کے بعد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہر کریں۔ اور خود رسالہ "مکبر الصوت" ص۸۱ میں ہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے جس میں مشرکین کی شرارت کا خطرہ نہ تھا۔ "مکبر الصوت" ص۸۱ میں بیہقی جلد ۲ ص۱۹۵ مطبوعہ دائرہ معارف دکن سے منقول ہے کہ "قال الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ ولم یکن فی الوقت الذی جھر فیه عمر ھذا الجھر ما کان فی وقت نزول الأیة من خوف المشرکین ان ینالوا منه۔ یعنی حضرت عمر کے اس جہر کے وقت اس شرارت مشرکین کا خطرہ نہیں تھا، جو اس آیت کے وقت نزول میں تھا۔" انتھی بلفظہ

(نوٹ) :- جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں جہر سے روکا گیا ہے تو صاف معلوم ہوا کہ جتنی روایات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جہر کی پیش کی گئی ہیں وہ سب اس سے پہلے کی ہیں، اور ممانعت کے بعد آپ کبھی بھی اپنے آقا کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے، اور اس آیت کا حکم مدینہ طیبہ میں بھی منسوخ نہیں سمجھا گیا، اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے منسوخ ہوا ہے، جیسا کہ حاشیہ صاوی علی الجلالین جلد ۲ ص۲۱۵ کی عبارت سے خود مصنفِ "مکبر الصوت" کو بڑی غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور صاوی کے مرجوح قول سے منسوخ منسوخ کی رٹ لگانی شروع کر دی ہے، اور اتنا بھی نہ سوچا کہ "منسوخ منسوخ" کی رٹ تو لگائی، مگر ناسخ آیت کونسی ہے؟ آخر مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا کے مفہوم کو ضرور سمجھنا چاہیے تھا پھر عجیب تماشا ہے کہ صاوی کی عبارت کے بعد سُننِ کبریٰ بیہقی سے مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے، اور اپنی تضاد بیانی کو نہیں سمجھا، یاللعجب

حضرتِ ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر نکلے اور حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے، تو وہ بالکل نیچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، اور قتادہ نے کہا کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے، تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، پھر جب دونوں دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ابوبکر سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گزرا تو تم نیچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس پر ابوبکر نے عرض کی بیشک یارسول اللہ میں خدا تعالیٰ سے سرگوشی کر کے اُسے سُنا رہا تھا۔ اور عمر سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گزرا، تو تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، اس پر عمر نے عرض کی یارسول اللہ میں عبادت کے وقت سونے والوں کو جگانا چاہتا ہوں، اور شیطان کو دُور کرنا چاہتا ہوں۔ اس حدیث میں آپ نے حضرتِ ابوبکر

رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی آواز کو کچھ اونچا کرو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنی آواز کو کچھ نیچا کرو۔" اس حدیث کے حاشیہ "التعلیق المحمود" میں شراح حدیث طیبی، مرقات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ سے تصریحات ہیں :-

(۱) :- انما اراد صلی اللہ علیہ وسلم بہ الاعتدال فی امرھما قال الشیخ رحمہ اللہ الوسن والوسنۃ والسنۃ اول النوم والنعاس ۱۲

(۲) :- ھدایۃ للامر الوسط الذی ھو خیر الامور ولتصرف تغییر ماھما علیہ ذٰلک من عادۃ المرشدین وتصرفھم ۱۲

(۳) :- قال الطیبی نظیرہٗ قولہ تعالیٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا کانہ قال للصدیق انزل من مناجاتک ربک شیئاً قلیلاً واجعل للخلق من قراءتک نصیباً وقال لعمر ارفع من الخلق شیئاً واجعل لنفسک من مناجات ربک نصیباً ماقالہ علی القاری ۱۲ (انتہیٰ ما فی حاشیۃ ابی داؤد ص ۱۸۸ اور اسی طرح مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ مطبوعہ مصر ص ۱۲۷ باب صلوٰۃ اللیل میں ہے۔)

(۱) یعنی اس حدیث سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد دونوں اصحاب کو جہری قراءت کی متوسط اور معتدل حد بتانا تھا، اور لفظ وسن اور وسنۃ اور سنۃ سے مراد نیند کی شروعات (اونگھ) ہے، جیسا کہ شیخ نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ درمیانی حد سے بڑھنا صریح نص کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ صریح احکام کی حکم عدولی کھلی گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے۔

(۲) دوسرے اس حدیث سے "خیر الامور اوسطہا" (تفسیر کبیر جزو رابع ص ۱۰۵ مطبوعہ بہیہ مصر) کی طرف ہدایت و رہنمائی کرنا مقصود ہے، جیسا کہ مرشد اپنے مریدوں کی اسی طرح اصلاح فرماتے ہیں۔

(۳) علامہ طیبی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی نظیر سورۂ بنی اسرائیل کے آخر کی یہ آیت

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ہے۔ گویا یہ حضرت صدیق سے فرمایا کہ رب العزت جلشانہ کی مناجات کے علاوہ مخلوقِ خدا کو بھی اپنی قرارت سنانے کا کچھ فائدہ پہنچاؤ۔ اور حضرت عمر سے گویا یہ فرمایا کہ مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے کے علاوہ اپنے نفس کے لیے بھی مناجاتِ رب سے کچھ حصہ نکالو۔۔ بہر حال اس حدیث سے بھی درمیانی راہ اختیار کرنے کی تاکید وصاف تائید ثابت ہے۔ لاؤڈ اسپیکر یا آلۂ مکبر الصوت، اور آلۂ جہیر الصوت کی آواز ان نصوصِ صریحہ کی پوری خلاف ورزی اور بدعتِ منکرہ ہے اور زیادہ بلند آواز سے نماز ادا کرنے کی ممانعت احادیثِ ذیل سے بھی مستفید ہوتی ہے۔

حدیث سے زیادہ بلند آوازی کی ممانعت کا ثبوت

ابوداؤد جلد اول صـ۱۸۸ کے اسی باب میں یہ حدیث بھی ہے:۔ عن ابی سعید قال اعتکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فسمعھم یجہرون بالقراءت فکشف الستر وقال الاان کلکم مناج ربہ فلا یؤذینّ بعضکم بعضا ولا یرفع بعضکم علیٰ بعض فی القراءت او قال فی الصلوٰۃ۔

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں معتکف ہوئے، تو لوگوں سے بلند آواز سے قرآن سنکر، اور پردہ ہٹا کر ان سے فرمایا کہ تم سب اپنے رب سے مناجات وسرگوشی کرتے ہو، بلند آواز سے پڑھنے میں تم آپس میں ایک دوسرے کو ایذاء نہ دو، یعنی قرآن بلند آواز سے نہ پڑھو۔

عن عقبۃ بن عامر الجہنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجاھر بالقراٰن کالجاھر بالصدقۃ والمسر بالقراٰن کالمسر بالصدقۃ۔ انتہیٰ

(ابوداؤد جلد اول صـ۱۸۸ - اور مشکوٰۃ صـ۱۹۱ میں ترمذی اور نسائی سے بھی مروی ہے)

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قرآن کو بلند آواز سے پڑھنے والا

الیسا ہے، جیسا کہ صدقہ وخیرات کو ظاہر کر کے دینے والا، اور آہستہ اور نیچی آواز سے قرآن پڑھنے والا الیسا ہے، جیسا کہ مخفی طور پر خیرات وصدقہ ادا کرنے والا۔ اور ظاہر ہے کہ مخفی طور پر صدقہ وخیرات دینا زیادہ بہتر ہے۔ حدیث میں یہ بہترین سمجھانیکا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

خَیرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُہَا

تفسیر کبیر میں شروع پارہ دو۲ کی آیت وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا کے نیچے صاف طور پر فرمایا:۔ (۱) ان الوسط ھو العدل والدلیل علیہ الاٰیۃ والخبر والشعر والنقل والمعنی۔ (۲) اما الاٰیۃ فقولہ تعالیٰ قَالَ اَوْسَطُھُمْ ای اعدلھم (سورۃ قلم پ۲۹)۔ (۳) واما الخبر فماروی القفال عن الثوری عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمَّۃً وَّسَطًا قال عدلا (۴) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الامور اوسطہا ای اعدلہا (۵) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام علیکم بالنمط الاوسط علیکم۔ انتہی (تفسیر کبیر جزو رابع مطبوعہ البہیۃ المصر ص۱۰۸)

یعنی وسط درمیان کو کہتے ہیں، اس پر قرآن وحدیث وغیرہما شاہد ہیں، جیسا کہ سورۃ قلم میں ہے قَالَ اَوْسَطُھُمْ ای اعدلھم اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت فرمایا اُمَّۃً وَّسَطًا قال عدلاً۔ اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بہترین کام درمیانہ ہے، اور فرمایا تم سب پر درمیانی راستہ اختیار کرنا لازم ہے۔

(نوٹ):۔ تمام مفسرین ومحدثین آیتِ مبارکہ سے جہری توسط مانتے آرہے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق جتنی بھی جہری قراءت کی روایات

ملتی ہیں وہ سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر اور حکم کے ماتحت منسوخ ہیں،
لفظِ نسخ آپ نے اگرچہ نہیں فرمایا، مگر صریح ممانعت کے بعد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ
اپنے آقا و مولیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے"۔

مؤطا امام محمد مطبوعہ رحیمیہ دیوبند ص۱۰۲ باب الجہر بالقرائۃ فی الصلوٰۃ میں ہے کہ

ان عمر بن الخطاب کان یجہر بالقراءت فی الصلوٰۃ وانہ کان یسمع قراءت عمر بن الخطاب
عند دار ابی جہم قال محمد الجہر بالقراءت فی الصلوٰۃ فیما یجہر فیہ بالقراءت حسن
مالم یجہد الرجل نفسہ انتہیٰ۔ حاشیہ میں اس دار کے متعلق لکھا ہے کہ ودارہ
بالبلاط بفتح الموحدہ بزنۃ سحاب موضع بالمدینۃ بین المسجد والسوق کما
قال الزرقانی۔ اور لم یجہد الرجل نفسہ کے متعلق بین السطور التعلیق المجد سے
منقول ہے کہ ای لم یتحمل علیٰ نفسہ جہراً ومشقۃ بالجہر المفرط لقولہ تعالیٰ
وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ؕ انتہیٰ

یعنی حضرت عمر نماز میں بلند آواز سے قرأت فرماتے، اور بیشک آپکی قرأت دار ابی جہم میں
سنی جاتی۔ امام محمد نے فرمایا کہ جہری نماز میں جہر اُسوقت تک اچھی ہے کہ قاری اپنے کو تکلیف میں
نہ ڈالے۔ اسکے حاشیہ میں دارِ ابی جہم کے متعلق زرقانی سے منقول ہے کہ یہ دارِ ابو جہم اُس مقام
میں تھا جو متصل مسجدِ نبوی اور بازار کے درمیان بلاط میں واقع ہے، اور جہر میں قاری اپنے
نفس پر جہرِ مفرط اور زیادہ بلند آوازی کا بوجھ نہ ڈالے، اور درمیانی راستہ اختیار کرے،
کیونکہ خدا تعالیٰ نے آیتِ وَلَا تَجْهَرْ میں زیادہ بلند آوازی سے روک کر درمیانی راہ
اختیار کرنیکا حکم دیا ہے"۔ —— ان تمام روشن حقائق کے باوجود جو، ان قرآنی اوامر
ونواہیِ صریحہ کے مقابلہ میں غلط تاویلات گھڑ کر یہ کہتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز درمیانی آواز ہے
اور اسمیں وَابْتَغِ کا امر اور لَا تَجْهَرْ کی نہی کا عموم، مجوزین کے بیجا اجتہاد کا مقابلہ نہیں کر سکتا، تو اُسکے لیے
یہ شعر پڑھنا موزوں ہے ؎ آنکس کہ بقرآن وخبر زو نرہی ؛ آن است جوابش کہ جوابش ندہی

صحیح روایت و درایت کیخلاف غلط فہمی کی بنیاد

جمہور مفسرینِ اہلِ سُنّت کے خلاف، اور نصوصِ قرآن و حدیث کے خلاف، اور مستمرہ تعامل حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور صحابۂ کرام و تابعین عظام، اور تبع تابعینِ فخام وغیرہم کے مستمرہ تعامل اور سلف و خلف کے خلاف اور درایت و روایت کیخلاف علامہ صاوی مالکی علیہ الرحمہ نے دو متضاد قول اس آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کے نیچے تحریر فرمائے ہیں، جن سے مصنف رسالہ "مکبر الصوت" کو بڑی غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور اس آیت پر "منسوخ منسوخ" کی رٹ لگانی شروع کر دی ہے، وہ جنبی عبارت یہ ہے:-

فقال الله لنبیه وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ای لقراءتك وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عن اصحابك فلا تسمعهم وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا هذا الامر قد زال من یوم اسلام عمر والحمزة فهو منسوخ فللمصلی الجهر فی الصلاة الجهریة ولو یزید علی سماع المامومین وقیل نزلت فی الدعاء وروی عن عائشة وجماعة ومثل الدعاء سائر الاذکار فلا یجهر بها ولا یخافت بها بل یکون بین ذلك قواما وعلی هذا القول فالآیة غیر منسوخة بل العمل بها مستمرة - انتهی بلفظه آخر سورة اسرىٰ یا بنی اسرائیل حاشیة علامہ احمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۴۱ھ علی الجلالین مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۳۷

عبارتِ صاوی

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ نماز میں قرارت بلند آواز سے نہ کرو، اور نہ قرارت میں آواز ایسی پست کرو کہ اپنے مقتدی اصحاب کو بھی نہ سُنا سکو، بلکہ درمیانی راہ اختیار کرو، اور یہ امر حضرت عمر اور حضرتِ حمزہ کے اسلام لانے کے دن سے زائل ہو چکا، تو یہ امر منسوخ ہے، اور مُصَلّی (نمازی) کیلیے جائز ہے کہ جہری نماز میں بلند آواز سے قراوت کرے، اگرچہ مقتدیوں کے سُننے سے زیادہ آواز ہو۔ اور

اس آیت کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت دعا کے معنیٰ میں نازل ہوئی ہے، اور حضرتِ عائشہ اور ایک جماعت سے یہ روایت ہے، اور دوسرے اذکار بھی مثل دعا ہیں تو انکو نہ بلند آواز سے ادا کیا جائے، اور نہ آہستہ آواز سے، بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرنا ہی سیدھا راستہ ہے، تو اس قول پر آیت ہرگز منسوخ نہیں ہے، بلکہ ہمیشہ اس آیتِ مبارکہ پر عمل کیا جائے۔ (دیکھا پھر خود ہی ایک قول پر غیر منسوخ مانا ہے)

(نوٹ)۔(۱) علامہ صاوی متوفی ۱۲۴۱ھ کا بغیر سندِ قرآنی فقط حضرتِ عمر اور حضرتِ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسلام لانے سے اس آیتِ مبارکہ کو منسوخ بتانا ہرگز صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآنِ عظیم کا صریح ارشاد ہے کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (سورہ بقر پ۱-۱۳۶) یعنی جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں، یا بھلادیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آئینگے"۔ یہاں آیت کو منسوخ بتانے کیلئے کوئی آیت اس سے افضل یا اس جیسی پیش نہیں کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا کہ اوپر والی مذکورہ آیت منسوخ ہے۔ لہٰذا آیتِ مذکورہ ہرگز منسوخ نہیں ہے، جیسا کہ امام فخرالدین رازی نے تصریح فرمائی کہ آیت کو منسوخ کہنا حق سے بعید ہے ۔ اور تفسیر حقانی نے بھی اس آیت کے متعلق صاف لکھا ہے کہ اس آیت کو منسوخ کہنا غلطی ہے

(۲):۔ آخر میں علامہ صاوی نے اس آیت کو دعا کے معنیٰ میں لیکر غیر منسوخ قرار دیا ہے، اور صاف کہا ہے کہ ہمیشہ اس آیت پر عمل کیا جائے، اور یہ صریح تضاد ہے کہ ایک ہی آیت منسوخ بھی ہے اور غیر منسوخ بھی اور وہ بھی ایسی کہ ہمیشہ اس پر عمل کیا جائے۔

(۳):۔ روایۃً بھی علامہ صاوی کا قول صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ترمذی اور سننِ ابوداؤد میں حضرت ابوقتادہ انصاری خزرجی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ ابوبکر سے مدینہ طیبہ میں فرمایا کہ نماز میں اپنی آواز کچھ بلند کرو، اور حضرتِ عمر سے فرمایا کہ نماز کی قراءت میں اپنی آواز نیچی کرو۔ اگر حضرتِ عمر کے اسلام

لانے سے یہ آیت منسوخ ہوتی، توحضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمر کو مدینہ طیبہ میں زیادہ بلند آوازی سے کیوں روکتے۔ اور تمام اسلامی تواریخ سے ثابت ہے کہ ۶ سنہ نبوی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں اسلام لائے۔ اور کئی سال بعد میں، ہجرت سے ایک سال پہلے پنجوقتی نماز فرض ہوئی۔

اور عجب تماشا ہے کہ رسالہ "مکبر الصوت" کے فاضل مصنف نے علامہ صاوی کے قول کو سننِ کبریٰ البیہقی جلد ۲ ص ۱۹۵ کی منقولہ عبارت سے اسی ص ۸۱ میں خود منسوخ قرار دیکر اپنے سارے منصوبہ کو بھی منسوخ قرار دیا ہے کہ خود لکھا ہے کہ "جب مدینہ میں حضرتِ عمر کو جہری قراءت سے روکا گیا، اُسوقت مشرکین کی شرارت کا خوف نہیں تھا قال الشیخ رحمہ اللہ ولم یکن فی الوقت الذی جھر فیہ عمر ھذا الجھر ما کان فی وقت نزول الآیۃ من خوف المشرکین ان ینالوا منہ۔ یعنی حضرت عمر کے اس جہر کے وقت اُس شرارتِ مشرکین کا خطرہ نہیں تھا جو اس آیت کے وقتِ نزول میں تھا، جو یہ ہے جیسا کہ سُننِ کبریٰ احمد بن الحسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ جلد ۲ ص ۱۹۵ میں باب کیفیۃ الجہر میں صریح فرمایا ہے کہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ فیسمع المشرکون قراءتک وَلَا تُخَافِتْ بِهَا من اصحابك اسمعھم القرآن ولا تجھر ذلک الجھر وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا قال یقول بین الجھر والمخافت انتہیٰ۔ علامہ بیہقی کے استدلال سے صاف اور صراحۃً بین الجہر والمخافت کی درمیانی راہ اختیار کرنے کا ثبوت ہے۔

(۴) :- درایۃً بھی علامہ صاوی کا قول صحیح نہیں ہے، جس سے مصنفِ مکبر الصوت کو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی علیہ الرحمۃ وغیرہ اسلامی تاریخ سے واضح ہے کہ حضرت عمر، حضرت حمزہ سے چند دن بعد ۶ سنہ نبوی میں مشرف باسلام ہوئے، اور روایات میں ہے کہ آپ نے چالیس ۴۰ مسلمانوں کے عدد کو پورا کیا۔ اُسوقت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں پناہ گزیں تھے، اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے بیشک آپ نے حرم کعبہ میں نماز ادا فرمائی، اور اسوقت تک پنجوقتی فرض نہ ہوئی تھی اور نہ جہری اور سرّی نمازوں کا حکم ہی نازل ہوا تھا۔ جمہور مفسرین و محدثین اس پر متفق ہیں کہ پنجوقتی نمازوں کا فرض ہونا شبِ معراج میں ہوا، جو ہجرت سے ایک سال قبل کا واقعہ ہے، اور یہی قول اصح ہے جیسا کہ تفسیرات احمدیہ، اور معالم التنزیل اور ابن کثیر وغیرہ سے تصریح ہے، دیکھو تفسیر سورۂ اسریٰ۔

تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے جہری قرارت کا ممنوع ہونا کیسے منسوخ ہوا؟ گویا جہری اور سرّی نمازیں بعد میں فرض ہوئیں، اور نسخ پہلے واقع ہوا ہے۔ عجیب منطق ہے؟

ع

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

(۵) :- اور رسالہ "مکبر الصوت" صـ۸۳ میں کتبِ معتبرہ فقہاء سے تصریح نقل کی ہے کہ "اگرچہ شرارتِ مشرکین کا عذر تو غلبۂ اسلام سے مدینہ میں زائل ہو چکا تھا مگر آیتِ وَلَا تَجْهَرْ الخ کا حکم باقی ہے، جیسا کہ طواف میں رمل کا حکم باقی ہے۔" جب خود اقرار کیا ہے کہ "حکم باقی ہے" تو یہ آیت کیسے منسوخ ہوئی؟ بلاشبہ تلاوتِ آیت بھی باقی ہے اور حکم آیت بھی باقی ہے۔ جیسا کہ کنز کے باب صفۃ الصلوٰۃ بحث الجھر والاسرار پر فتح اللہ المعین اور مستخلص سے صـ۲۳ مطبوعہ مجتبائی کے طویل حاشیہ کے آخر میں صاف لکھا ہے کہ :- ثم وان زال ھٰذا العذر یبقی الحکم کالرمل فی الطواف ولانہ علیہ السلام واظب علیھا فی جمیع عمرہ فکانا واجبًا انتھیٰ۔

یعنی بعد میں کفار کی شرارت کا عذر اگرچہ زائل ہو گیا، مگر اس آیت کا حکم باقی ہے جیسا کہ رمل کا حکم طواف میں باقی ہے۔ اور چونکہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بقیہ ساری عمر اس پر ہمیشگی فرمائی اسلیے جہری نمازوں میں جہر معہود کا حکم اور سرّی

نمازوں میں مخافت کا حکم واجب ہے، اس میں یہ حکمت ہے کہ اہلِ اسلام اپنی اُن مجبوریوں کا زمانہ یاد رکھیں فاذکروا وقت برو کن من الشاکرین۔

غلط بیانی اور کج بحثی

یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے جواز کے متعلق مجوزین کو قرآن و حدیث و اجماع اور قیاس سے کوئی بھی واضح دلیل نہ ملی ہے اور نہ قیامت تک ملے گی۔ اب سوائے کج بحثی کے چارہ نہیں، الٹا مسئلہ مبلغ کے قایم کرنے پر بحث چھیڑ کر یہ کج بحثی شروع کردی کہ خود بخود مبلغ بننا اور ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختلف اوقات میں دو مرتبہ خود بخود مبلغ بنے ہیں، اُنکو کسی دوسرے نے مبلغ نہیں بنایا، اقامتِ مبلغ اور ہے، اور مبلغ بننا اور جیساکہ "مکبر الصوت" ص۶۹ میں ہے کہ "ہاں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دورانِ مرض (حضور) پاک میں خود بخود مبلغ تکبیرات سنانے والا بننا دو مرتبہ ثابت ہے، مگر اقامتِ مبلغ اور ہے اور مبلغ بننا اور" انتہیٰ

کیا اسی اصول کی بنا پر کوئی حضرت مفتی صاحب سے یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ تمہارا لاؤڈ اسپیکر خود بخود قدم رنجہ فرما کر قاری اور مبلغ کے فرائض انجام دیتا ہے، یا ہزار ڈیڑھ ہزار جتنی بھاری رقم (اسلام جیسے آسان دین کے فرض میں جو اسراف کی اجازت نہیں دیتا) خرچ کر کے اس بدعتِ ضلالہ کو قایم کیا جاتا ہے، یہاں تو اقامت یا استعمالِ مکبر الصوت کا سوال ہی نہیں اُٹھایا جاتا؟ یا للعجب۔ پھر اسی ص۶۹ میں اوپر متصل یہ عبارت ہے:۔

"حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفاءِ راشدین سے کسی کتابِ متداول حدیث و فقہ میں یہ نہیں کہ اقامتِ مبلغ، مبلغ کا قایم کرنا کیا ہو؟ تو طریقہ مسنونہ کیسے بنا؟" انتہیٰ بلفظہ

مبلغین قایم کرنے کے جواز پر تو کتب متداولہ حدیث وفقہ سے دلائل پیش کرنیکا پُرزور مطالبہ کیا جائے، مگر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے جواز پر کتب متداولہ حدیث وفقہ سے دوسروں کو ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ آپ سے یہی مطالبہ کریں؟

آنکس کہ گفت قصۂ تو، ہم زتو شنید!

(۱):- مبلغ بننے کو تو آپ مانتے ہیں، مگر مبلغ کا قایم کرنا آپ نہیں مانتے۔ لیکن گستاخی معاف! آپ ہی کے قلم سے مبلغ کے قایم کرنے کو مستحب مانا گیا ہے۔ رسالہ "مکبر الصوت" کے ص۷ میں بعینہٖ یہ الفاظ ہیں کہ:-

"مبلغ کا قایم کرنا زیادہ سے زیادہ مستحب ہوگا، مسنون قطعاً نہیں، جو دعویٰ کرے دکھائے"۔ انتہیٰ

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے، پہلے فرمایا مبلغ کا قایم کرنا کسی حدیث وفقہ کی کتاب میں نہیں اب اس کا حوالہ آپ کے ذمہ ہے ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ اور رسالہ مکبر الصوت کے ص۶۷ میں ہے کہ

"یعنی اجماع عملی ہے کہ مکبّر کا بلند آواز سے تکبیر کہنا نمازیوں کے سنانے کیلیے ہے"۔ انتہیٰ

اب ظاہر ہے کہ جس چیز پر آجتک زمانۂ مبارکہ سے "اجماعِ عملی" چلا آرہا ہو، اُسے **سُنّتِ مستمرہ** کہتے ہیں، اور ص۶۹ میں اعتراف کیا ہے کہ:-

"مبلغین کے رفع صوت بالتکبیر کا جواز ثابت ہوا، اور یہ جمہور کا مذہب ہے اور ہر وہ کام جو جائز ہو نیتِ حَسَنہ سے مستحب ومستحسن ہوجاتا ہے"۔ انتہیٰ بلفظہٖ

اب یہ چیز مستحب ومستحسن خود مانی، باقی رہا یہ امر کہ ایک سائل نے سوال پوچھا ہے، جو رسالہ "مکبر الصوت" کے ص۸۷ میں ہے کہ "لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں سُنّتِ مُستمرہ کے خلاف تو نہیں"؟ چونکہ مبلغین کی سُنّت قایم وجاری رہنے سے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر بھاری زد پڑتی ہے، اسلیے اسکی تردید میں اتنا زور دیا ہے کہ بدعتِ ضلالہ ومنکرہ پر بھی

اتنا زور نہیں دیا جاتا۔

ہمارے فقہاءِ کرام کا یہ مانا ہوا اصول ہے کہ جو چیز سُنّت سے ثابت ہو، اُسے سُنّت کہتے ہیں، پھر وہ فقہ کی اصطلاح میں مستحب ہو، یا سُنّتِ واجبہ، اور سُنّت کا اطلاق مستحب پر اور مستحب کا اطلاق سُنّت پر بھی آیا ہے، جیسا کہ شامی جلد اول باب العید صـ ۶۱۱ اور صـ ۶۱۲ میں ہے، اور واجب کا فرض پر اور فرض کا واجب پر بھی اطلاق آیا ہے۔ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم واظب علیہا وسماھا فی جامع الصغیر سنۃ لانہ وجوبہا ثبت بالسنۃ حلیہ انتہی (شامی جلد اول صـ ۶۱۱) وحاصلہ تجویز اطلاق اسم المستحب علی السنۃ وعکسہ ولھذا اطلق فی الھدایۃ اسم المستحب علی الغسل ثم قال فیسن فیہ الغسل آھ (شامی جلد اول صـ ۶۱۲)

اب ایسے امور میں کج بحثی اور غلط بیانی کر کے خلطِ مبحث کرنا دیانتداری کے سخت خلاف ہے۔ اور رسالہ "مکبر الصوت" صـ ۹۷ میں تو کج بحثی اور غلط بیانی کی حد کر دی ہے کہ شرح صحیح مسلم امام نووی جلد اول صـ ۱۷۹ سے اپنے خلاف جو اُوپر کی عبارت نظر آئی وہ بھی نظر انداز کر دی، اور جو نیچے کی عبارت درمیانی ضعیف قول کی صاف تردید کر رہی ہے بالکل چھوڑ دی، تاکہ خیانت ظاہر نہ ہو، اور فقط درمیانی رُدّ شدہ قول کو نقل کر کے بڑی غلط فہمی پھیلائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور طوالت کے سبب اس مجرمانہ خیانت کو علماءِ کرام کے مطالعہ پر چھوڑتے ہیں۔

(۲) :- اب مبلغین کے تقرر کے سُنّت ہونے پر احادیثِ صحیحہ سے دلائل عرض کیے جاتے ہیں۔ یہ تو عقلِ سلیم تسلیم کرتی ہے کہ اُس وقت مسجدِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مختصر تھی، آج بھی اسکے حدود ظاہر ہیں، جب اسکے لحاظ سے جماعت پر ضرورت کے وقت حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد دنیا کی رہبری کرتا ہے، جس پر حدیثِ ذیل پوری وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے۔

توغزوۂ تبوک میں تیس ہزار لشکر، اور فتح مکہ میں دس ہزار، اور حنین میں بارہ ہزار اور حجۃ الوداع میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے حجاج کے لیے بھی توضرور انتظام مکبّرین کا کیا ہوگا

حدیث:- علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ الخ (مشکوٰۃ ص۳۰)

یعنی تم پر میری سُنّت لازم ہے، اور میرے خلفاءِ راشدین کی سُنّت لازم ہے، اس سنت کو مضبوطی سے تھامو، اور نئی بدعات سے اپنے کو بچاؤ، میری سُنّت کے خلاف ہر نئی بدعت گمراہی ہے۔

تو اس حدیث کی رُو سے حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں بلا نکیر جو مبارک کام مبلغ کے قیام کا ہُوا، یقیناً سُنّت اور لازم العمل ہے، اور خلیفۂ ارشد کا ایسا مبارک فعل بھی یقیناً سُنّت اور لازم العمل ہے، اور اسکے خلاف جو لوگ تاویلاتِ باطلہ گھڑ کر سُنّت کے مقابلہ میں بدعتِ ضلالہ کے رواج پر لوگوں کو اُکساتے ہیں اپنی خیر منائیں اور حدیثِ صحیح کی رُو سے ایک دفعہ نیک کام کرنے پر بھی سُنّت کہلاتا ہے، جیسا کہ ایک دفعہ ننگے محتاج، حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر آئے اُن کی پریشاں حالی دیکھکر آپ بہت متاثر ہوئے، اور صحابۂ کرام کو اُنکی مالی معاونت کے لیے وعظ فرمایا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق غلّے اور کپڑوں کے ڈھیر لگ گئے، اس سے آپ کا چہرۂ مبارک سونے کی طرح چمک اُٹھا اور ارشاد فرمایا کہ من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیٔ الحدیث رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص۳۳ وابن ماجہ ص۱۸

پھر ایسے دلائلِ قاہرہ کی روشنی میں مکبّرین کے قایم کرنے کو سُنّت کہا گیا تو کیا غلطی ہوئی؟ اور جس سُنّت کا رواج آجتک جاری ہو، اگر اُسے سُنّتِ مستمرہ کہا گیا، تو کیا

گناہ ہُوا؟ ـــــ ہمارے مفتیانِ کرام سُنّت میں روڑے اٹکائیں تو ثواب کے مستحق دوسرے مسلمان بدعاتِ ضلالہ کو روکیں، یا ممنوع و مکروہ کہیں تو مجرم ٹھیریں!
حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمہ نے کیا اچھا سمجھایا ؎

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز ✽ بسوخت عقل ز حیرت کہ اینچہ بوالعجبی است

غلط بیانی کیسا تضاد بیانی کی حد کردی

اور رسالہ "مکبر الصوت" کے ضمیمہ میں جہاں تحریف معنوی اور غلط بیانی سے بہت کام لیا گیا ہے، وہاں تضاد بیانی کی بھی حد کردی ہے۔ چنانچہ رسالہ "مکبر الصوت" مطبوعہ طبع دوم آرٹ پریس انار کلی لاہور ص۸۰ کے آخر اور ص۸۱ کے شروع میں ہے کہ:۔

"آواز نہ زیادہ بلند ہو، اور نہ ہی زیادہ آہستہ، بلکہ درمیانی درجہ کی ہو کہ حاضرین سُن لیں، اور باہر والے نہ سن سکیں۔ بہت مفسرین کرام نے اس صورت کا ذکر اس شانِ نزول کے ساتھ فرمایا، بلکہ اس شانِ نزول کی بعض روایات جو روایاتِ متظافرہ کے ہم پایہ نہیں، اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے، حاشیہ میں بھی اسکی تصریح آئی ہے۔

استعمالِ اسپیکر نا جائز فرمانے والے حضرات کا استدلال صرف اسی صورت پر مبنی ہے، مگر ان حضرات نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ مفسرین کرام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی صراحۃً اس کا منسوخ ہونا نقل فرمایا ہے۔" انتہی بلفظہ ص۸۱

حالانکہ نسخ یا منسوخ کا کوئی لفظ عبارت میں نہیں ہے، عبارت کا مقصد فقط یہ ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے کفار کی شرارت کا سبب دفع ہُوا، وہاں قرآن کیسے بھی پڑھا جائے کوئی شرارت نہ ہوتی اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ آیت کا حکم منسوخ ہو گیا، بلکہ آیت کا حکم باقی ہے جیسا کہ ص۳۵ میں خود اقرار کیا ہے کہ:۔ "یعنی وہ عذر شرارتِ مشرکین اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل

ہوچکا ہے، مگر وہ حکم باقی ہے"۔ انتہیٰ۔ جب آیت کا حکم باقی ہے تو منسوخ ہونا کیسے مانا جائے؟ اور ظاہر ہے کہ تلاوت بھی باقی ہے اور حکم بھی باقی ہے، تو منسوخ کیا ہوا؟ یہ تضاد بیانی پتہ دیتی ہے کہ نصوصِ قرآنی سے ٹکر کھانا بے سمجھی پیدا کرتی ہے، اور یہ قرآنی معجزہ ہے۔

(۲):۔ احادیثِ ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابوقتادہ سے مروی ہے کہ خود مدینہ طیبہ میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کچھ بلند پڑھنے کا حکم فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ آہستہ پڑھنے کا حکم دیا، جیسا کہ بحثِ احادیث میں تفصیل بیان ہوئی ہے، جس سے واضح ہوا کہ مدینہ طیبہ کی ہجرت سے آیت کا حکم ہرگز منسوخ نہیں ہے، اور نہ کسی بزرگ کے اسلام لانے سے کوئی آیت منسوخ تسلیم کیجا سکتی ہے۔

عبارت پیش کرنے میں معنوی تحریف

"طبری جلد اول ص ۱۲۳، درِ منثور جلد ۴ ص ۲۰۷، ابنِ کثیر جلد ۳ ص ۶۹ میں ہے والنظم من الطبری فلما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ سقط ھذا کلہ یفعل الاٰن ای ذٰلک شاء۔ "یعنی جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ جہرِ شدید کا منع ہونا منسوخ ہوا، اب جو چاہے جہرِ شدید یا متوسط کرے"۔ (انتہیٰ بلفظہٖ رسالہ "مکبر الصوت" مع ضمیمہ ص ۸)

نوٹ:۔ اب اہلِ سنّت مسلمان خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ "جہرِ شدید کا منع ہونا منسوخ ہوا"۔ کس جملہ کا مفہوم ہے، اور کس مفسر نے لکھا ہے؟ یا حضرتِ والا، کی طرف سے تحریفِ معنوی ہے؟ اور کس آیت سے یہ جہرِ شدید کا منع ہونا منسوخ ہوا ہے؟ کیونکہ قرآنی آیت کو تو قرآن ہی منسوخ کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ قرآنِ مجید ہی سے منسوخ ہونا مانا جا سکتا ہے، معنوی تحریف سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہو سکتی، اور نہ منسوخ

منسوخ کی رٹ لگانے سے کوئی اعتبار کر سکتا ہے ۔

اسی طرح "مکبر الصوت" مع ضمیمہ صـ۸۱ کے آخر میں ہے کہ :۔

"ان حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بوجہ ارتفاع سبب خوفِ شرارت مشرکین وہ حکم درمیانی آواز سے پڑھنے کا حکم مرتفع ہوگیا، پھر زمانۂ مقدسہ سے آجتک بالاجماع یقینی طور پر ظہر و عصر میں مخافت و آہستہ پڑھنے کا رائج چلے آنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا، کیونکہ جبطرح "لَا تَجْهَرْ" فرما کر اس صورت میں جہرِ شدید سے منع فرما دیا تاکہ مشرکین نہ سنیں، یوں ہی ساتھ ہی "لَا تُخَافِتْ" فرما کر مخافت شدیدہ سے منع فرما دیا تاکہ مقتدی نہ سن سکیں، اور "وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا" سے لازم فرما دیا کہ جہرِ شدید اور مخافت شدیدہ کے درمیان پڑھا جائے کہ مقتدی سن سکیں، تو ظہر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی سنیں اور مشرکین نہ سنیں، تو ظہر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں نسخ کی دلیلِ صریح ہے، اور جب منسوخ ہونا ثابت ہوا، تو وہ استدلال بھی هَبَآءً مَّنْثُوْرًا بن گیا۔" انتہیٰ بلفظہ

تنبیہ

محض قیاساتِ فاسدہ کی بناء پر قرآنِ مجید کی نصِ قطعی ہرگز منسوخ نہیں ہوسکتی مگر رسالۂ "مکبر الصوت" میں صاف اقرار کیا ہے کہ :۔ "جب مشرکین کی شرارت کا سبب ہی نہ رہا، تو درمیانی آواز سے پڑھنے کا حکم بھی نہ رہا، اور یقینی طور پر آجتک ظہر و عصر میں آہستہ پڑھنے کا رواج صاف بتا رہا ہے کہ درمیانی آواز سے پڑھنے کا یہ حکم منسوخ ہوگیا، اور جب منسوخ ہونا ثابت ہوا، تو وہ استدلال بھی اُڑ گیا۔"

تمام مفسرین کے خلاف آجتک کسی مفسر اور کسی محدث اور کسی فقیہ نے ایسی غلط

انوکھی بیجا تاویل بیان نہیں فرمائی کہ اس آیتِ مبارکہ میں پہلے دونوں جملے آخری جملہ "وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا" کے حکم کو منسوخ قرار دے رہے ہیں۔ ع
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اب تضاد بیانی ملاحظہ ہو
آیت کی تلاوت بھی باقی ہے اور حکم بھی باقی ہے

پھر فاضل مصنف رسالہ "مکبر الصوت" کے ص۸۳ میں صاف فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے غلبہ پانے سے کفار کی شرارت والا عذر تو بیشک زائل ہوا، مگر اس آیت کا حکم باقی ہے

اب مسلمان خود حضرتِ مصنف سے پوچھیں کہ جب آیتِ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کا حکم باقی ہے، "تو منسوخ منسوخ" کی رٹ لگانی کیسے صحیح ہے؟ بہر حال مکبر الصوت کی عبارت ملاحظہ ہو کہ

"کفایہ اور بحر الرائق میں فرمایا هذا العذر وان زال بغلبة المسلمين فالحكم باقٍ لان بقائه يستغنى عن بقاء السبب۔ یعنی وہ عذر شرارتِ مشرکین اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہو چکا، مگر وہ حکم باقی ہے، اسلیے کہ اسکی بقاء بقاءِ سبب سے بے پرواہ ہے" انتہیٰ بلفظہٖ

"چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد" والی مثال ایسے موقع پر یاد آتی ہے

اور اسی جگہ ص۸۳ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:-

"ہدایہ و عنایہ میں ہے وان زال العذر بقيت هذه السنة كالرمل فی الطواف ونحوه منه غفر له۔ انتہیٰ بلفظہٖ

یعنی اگرچہ شرارتِ مشرکین کا عُذر تو زائل ہو گیا، مگر آیت کا مسنون حکم باقی ہے جیسا کہ طواف میں رمل کا حکم باقی ہے۔ اگرچہ مشرکین کی وہ شرارت نہیں رہی جو مسلمانوں کی کمزوری کا تمسخر اُڑاتے تھے۔ جب مسنون حکم آیت کا باقی ہے، تو آیت کو منسوخ کیسے مانا جائے؟

آیتِ مبارکہ کی تلاوت بھی باقی ہے اور حکم بھی باقی، پھر منسوخ کیا چیز ہوئی؟ یہ صریح تضاد بیانی ہے۔ اسی رسالہ "مکبر الصوت" کے ص۸۲ میں مبسوط سرخسی جلد ا ص۱۷ کی عبارت پیش کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:-

"کفایہ ج ۲ ص۲۸۲ اور ص۲۸۳، بحر الرائق ج ا ص۳۳۵، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں الکلمات متقاربة والنظم من البحر والاصل فیه کما ذکرہ المصنف فی الکافی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یجهر فی الصلوٰة کلها فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونه ویسبونه من انزل علیه فانزل اللہ تعالیٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ای لا تجهر بصلاتك کلها ولا تخافت بها کلها وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا بان تجهر بصلاة اللیل وتخافت بصلاة النهار وکان یخافت بعد ذلك فی صلوٰة الظهر والعصر لانهم کانوا مستعدین للایذاء فی هٰذین الوقتین ویجهر فی المغرب لانهم کانوا مشغولین بالاکل وفی العشاء والفجر لکونهم رقودا وفی الجمعة والعیدین لانها اقامهما بالمدینة وما کان للکفار بهما قوة الخ

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں تمام نمازوں میں قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور مشرکین سُنکر بیہودہ حرکتیں کرتے تھے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) نازل فرمایا کہ اپنی سب نمازوں میں بلند آواز سے قرآنِ کریم نہ پڑھو، اور نہ ہی سب نمازوں میں آہستہ آواز سے پڑھو، اور دن کی نمازوں میں آہستہ تو اور دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو، بایں طور کہ رات کی نمازوں میں بلند آواز سے پڑھو، اور دن کی نمازوں میں آہستہ

توحضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حکم کے آنے کے بعد ظہر و عصر میں قرآن آہستہ پڑھا کرتے تھے، اسلیے کہ ان دو وقتوں میں مشرکین آمادۂ شرارت ہوتے تھے، اور مغرب کی نماز میں بلند آواز ہی سے پڑھا کرتے تھے کہ وہ کھانے پینے میں مشغول ہوا کرتے تھے، اور عشاء اور فجر میں بھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ وہ ان وقتوں میں نیند میں ہوتے تھے، اور جمعہ و عیدین میں بھی بلند پڑھا کرتے تھے، اسلیے کہ انکو قایم ہی مدینہ شریف میں کیا گیا حالانکہ اس میں کفار کو طاقتِ شرارت نہ تھی"۔ انتھیٰ بلفظہٖ

جادو وہ جو سر پر چڑھکر بولے

جب حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ حسب حکمِ آیت "وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا" نمازوں کو سری اور جہری میں تقسیم فرما کر درمیانی راستہ اختیار فرمایا ہے، اور ہمیشہ اس پر خود عمل کیا ہے، اور ہمیشہ کا اجماعی تعامل صحابہ میں رہا، اور تابعین اور تمام سلف و خلف کا آجتک اس پر متفقہ طور عمل رہا ہے، تو یہ حکم منسوخ کیسے ہوا؟ کاش اس آیتِ مبارکہ کو منسوخ کہتے وقت کچھ تو سوچ لیا جاتا۔

اسی طرح کنز باب صفۃ الصلوٰۃ میں واجباتِ نماز پر بحث کرتے ہوئے والجہر والاسرار فیما یجہر ویسر کے تحت آخر حاشیہ میں "فتح اللہ المعین" اور "مستخلص" سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:- "ثم وان زال ھٰذا العذر بقی الحکم کالرمل فی الطواف ولانہ علیہ السلام واظب علیہما فی جمیع عمرہ فکانا واجبا" انتھیٰ بلفظہٖ (حاشیہ کنز ص ۲۳ مطبوعہ مجتبائی دہلی)۔ یعنی بعد میں اگرچہ کفار کی شرارت کا عذر تو زائل ہو گیا مگر اس آیت کا حکم باقی ہے، جیساکہ رمل کا حکم طواف میں ابتک باقی ہے، اور چونکہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بقیہ ساری عمر اس پر ہمیشگی فرمائی، اسلیے جہری نمازوں میں جہر، اور سری نمازوں میں سر واجب ہے، یعنی آپ کے تعاملِ فعلی سے واجب ہونا قرار پایا

اب نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ امرِ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا امرِ وجوبی ہے، امرِ اباحت یا امرِ ندبی نہیں ہے، کیونکہ مواظبت نے اسے واجب قرار دیا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مواظبت اور تعامل سے وجوب لازم آتا ہے۔ پھر جو اس وجوب کے ترک پر اصرار کرے یقیناً گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، اور ایسے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۱۴ وغیرہ کتب فقہ میں تصریح ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسی نافرمانی سے ہم سب کو محفوظ فرمائے انہ قدیر و بالاجابۃ جدیر

ھٰذا ما ظھر لی فی ھٰذا الباب واللہ تعالیٰ بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہٗ محمد صاحبداد غفر لہ رب العباد

از جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ براہ خیرپور میرس

جمعہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ - ۷ / اکتوبر ۱۹۶۰ء

قد اصاب فیما اجاب
الفقیر عبد الصمد غفر لہ الاحد
نائب صدر مدرس مدرسہ جامعہ راشدیہ
درگاہ شریف حضرت پیر صاحب پاگارہ

المجیب مصیب
فقیر محمد صالح خطیب جامع مسجد
درگاہ شریف
پیر گوٹھ ضلع سکھر

تصدیقات علمائے کرام

تصدیق حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⁂ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اب سے ۸ سال قبل مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھنے کے بارے میں ایک مفصل فتویٰ مرتب کیا گیا تھا جس پر حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا محدث کچھوچھوی۔ حضرت مولانا سردار احمد صاحب نیز علماءِ اہلسنت کراچی کے دستخط ثبت تھے۔ اس فتوے میں وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر سے اذان وخطبہ دینا تو درست ہے، نماز پڑھانا غیر صحیح ہے۔ یہ فتویٰ پورے پاکستان میں شائع کیا گیا۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سلسلہ میں پنجاب سے دو رسالے لاؤڈ اسپیکر سے نماز کے جواز میں شائع کیے گئے۔ علماء کراچی آپس میں اختلافات کو پسند نہ کرتے ہوئے اس بحث کو زیادہ آگے بڑھانا نہ چاہتے تھے، مگر دیکھا گیا کہ جب ..... صاحب نے دو بار خواہ مخواہ اقدام فرما کر عبارات کے مفہوم میں غلطیاں فرمائیں۔ لوگوں کو ان رسالوں سے کافی مغالطے ہوئے، اسلیے مجبوراً حضرت مولانا مفتی صاحبداد صاحب شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ نے جو پچھلے فتوے کے مرتب کرنے والے تھے، اس فتوے کو مرتب فرمایا۔ ہم لوگوں نے اس رسالہ کو از اول تا آخر مطالعہ کیا۔ حضرت مولانا مفتی صاحبداد صاحب کے جوابات ودلائل انتہائی معقول وصحیح ہیں۔ ہم سب لوگ اب بھی وہی رائے رکھتے ہیں، جو آج سے آٹھ سال قبل تھی کہ :- لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھانا ناجائز ہے۔

فقیر عبد الحامد القادری بدایونی۔ کراچی

تصدیق حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب قادری رضوی بریلوی

۸۶/۸۲ نماز میں قرات کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کرنے میں علماءِ اہلسنت مضطرب تھے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے، وہ بعینہٖ متکلم کی آواز ہے یا نہیں؟ اور اسی پر جواز و عدم جوازِ صلاۃ کا دارومدار قایم کیے ہوئے تھے۔ خدا جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے شیخ الجامعہ حضرت مفتی صاحبداد صاحب مفتیِ اعظم پاکستان کو کہ انھوں نے نصوصِ قطعیہ کی روشنی میں ایک نئی راہ نکالی کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نصوصِ قطعیہ کے منافی ہے، کیونکہ قرآنِ کریم کی صریح نص موجود ہے کہ نماز میں مخافتہ و جہر میں درمیانی راہ اختیار کی جائے۔ مفتی صاحب قبلہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے کسی پہلو کو تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا ہے۔ اس سے قبل ہندو پاکستان کے اکابرینِ اہلِ سنت لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو منع لکھ چکے ہیں، جو ہمارے لیے مشعلِ ہدایت ہے۔ میں علماءِ اہلِ سُنّت سے گزارش کروں گا کہ وہ متفقہ طور پر اس پر خود عمل فرمائیں، نیز اپنے حلقۂ اثر کے ائمہ مساجد کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائیں۔ خدانخواستہ آپ کی رائے کا اختلاف عامۂ اہلِ سُنّت کے لیے باعثِ تشتت و افتراق ہو جائے۔ فقط

تقدس علی خاں قادری رضوی بریلوی صدر مدرس جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر صاحب پاگارہ — ۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

تصدیق فقیہ العصر حضرت مولانا محمد اعجاز الرضوی بریلوی مفتی دار الافتاء سوادِ اعظم لاہور

الجواب صحیح وصواب ونعم ما افاد و اجاد العلامۃ المفتی الاعظم محمد صاحبداد سلمہ ربہ رب العباد۔ الحمد للہ کہ حق واضح ہو کہ لاؤڈ اسپیکر پر اقتداء صلاۃ کے عدم جواز میں کسی منصف کو انکار نہیں، اور متعفف کے لیے جائے اصرار نہیں۔ مسئلہ اول مرتبہ حضرت علامہ مجیب اوائل ۱۳۸۰ء میں بھی میرے روبرو آیا تھا، اور اس پر تبھی میں نے حضرت علام کی

تصدیق و توثیق کی تھی جو اصحابِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ میں خود عرصہ سے اس ہی خیال میں لگا تھا۔ حضرتِ علامہ بصیر پوری، اور حضرت افضل المحققین سلمہما کے استدلالِ کاسد و مزعوماتِ فاسدہ کا متین و سنجیدہ جواب ہو، حمد ہے اُس وجہ کریم کو جس نے یہ کام حضرت علامۂ مجیب سے لیا، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ سیدنا اعلیٰحضرت امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کے رسالۂ مبارکہ "الکشف شافیا" کی عبارت متعلقہ عینیتِ صوتِ متکلم کی آڑ لیکر سیدنا المجدد الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف جواز کی نسبت کسقدر غیر مناسب و غلط تھی۔ آج یہ بات بھی کھل گئی کہ مسئلہ لاؤڈ اسپیکر میں عینیتِ صوت و غیریت و مثلیت کا سوال ہی لغو، پھر اگر عینیت ہی درکار تو ٹیپ رکارڈ تو عینیتِ صوت کا شاہد ہے، اُس پر ہی امامت فرمائی جانے لگے۔ ایک خطبہ جمعہ کار آمد اور پوری جہری نماز محفوظ رسالۂ مبارکہ سیدنا المجدد الاعظم رضی اللہ عنہ میں بھی صوتِ محفوظ کا حکم تھا نہ صوتِ منقطع کا، لاؤڈ اسپیکر کی آواز تو قطعاً یقیناً ختم ہو جاتی ہے، اسلیئے قیاس ہی غلط تھا اور استشہاد بھی لغو۔ مولیٰ تعالےٰ عوام و خواصِ اہلِ سنّت کو عملِ خیر کی توفیق اور قبولِ حق پر بہترین صلہ عطا فرمائے واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔ فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی، مفتی مرکزی دار الافتاء رضویہ سوادِ اعظم لاہور و صدر موتمرِ علماءِ پاکستان لاہور۔ ۱۴۔ اولیٰ جمادین ۱۳۸۰ھ ۵۔ نومبر ۱۹۶۰ء

مسئلہ ریکارڈ پر امامت

تصدیق محدثِ پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب شیخ الحدیث مدظلہ لائلپور

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب.... نماز پڑھتے وقت امام کو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شدید ممنوع کما قال الفاضل المجیب۔ ائمہ مساجد کو اس سے احتراز لازم اور متولی و ناظم و اراکین مسجد کمیٹی اور مقتدیوں پر ضروری ہے جس جگہ امامت کے لیے یہ آلہ استعمال ہوتا ہو اسکو بند کرائیں۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک جو مقتدی لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر تکبیرِ تحریمہ یا تکبیر انتقال کہیگا اُسکی نماز ہی نہیں ہوگی۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی نمازیں صحیح طور پر ادا کریں

اور جس جس چیز سے نماز میں قباحت و کراہت یا فساد و بطلان لازم آئے اُس چیز سے احتراز کریں، نہ کہ احکامِ شرعیہ کو اپنے ذوق کے تابع بنائیں اور اپنے جذبہ کے مطابق ڈھالیں اہلِ علم خدامِ شرعِ مطہر کو عموماً اور اس نازک دور میں خصوصاً نہایت ہوشیار اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ فقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائلپور

حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کا ایک اور فتوےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

اس آلہ (لاؤڈ اسپیکر) کے استعمال میں امام کے لیے شغل بھی ہے، اور تکبیرِ مکبرین کی سُنّت بھی بظاہر موقوف نظر آتی ہے، اسلیے اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے۔

کتبہ العبد المعتصم بحبل المتین محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہٗ

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب مصنّف بہارِ شریعت علیہ الرحمہ کے فتاوےٰ

سوال:۔ بمبئی کے اندر مسجد میں ریڈیو سے خطبہ سنایا جاتا ہے۔ جماعت بھی ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) سے خطبہ سُننے میں حرج نہیں، مگر اس کی آواز پر رکوع و سجود کرنا مفسدِ نماز ہے۔　(فتاویٰ امجدیہ ج ۲ ص ۸۳۶)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ عیدگاہ میں نماز یا خطبہ عید محراب میں یا ممبر پر لاؤڈ اسپیکر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ لگایا تو لاشرعی مجرم ہے یا مستحقِ ثواب؟

جواب:۔ خطبہ کی حالت میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) لگانے میں کوئی حرج نہیں مگر نماز کی حالت میں امام کا اس آلہ کو استعمال کرنا درست نہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ سے جن لوگوں نے تکبیرات کی آواز سُنکر رکوع و سجود اُن کی نمازیں نہیں ہوئیں۔ (اور لہٰذا وہ شرعی مجرم ہوئے) واللہ تعالیٰ اعلم۔　(فتاویٰ امجدیہ ج ۲ ص ۹۹۶)

اکابرِ اہلسنّت کے دیگر فتاوے

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہے

مفتیٔ اعظم ہند کا فتویٰ مع تصدیقات

وقتِ نماز لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہرگز ہرگز نہ ہو، اگرچہ وہ ایسا ہو کہ خود آواز لے لیتا ہو، اس میں آواز نہ ڈالی جاتی ہو، اگرچہ تحقیق سے یہی ثابت ہو کہ اس سے جو آواز مسموع ہوتی ہے وہ متکلم ہی کی آواز ہے۔ ایک مذہب اس میں یہ بھی ہے کہ وہ آواز غیر ہے، اسکو مرجوح رکھا جائے۔ اعتبار متکلم کی اُس آواز کا ہے جو اُسکے دہن سے نکلی ہو، اور فضا کی ہوا متحرک کرتی ہوئی بے کسی اور قوت کے کان تک پہنچی۔ وہ آواز جو کسی قاسر سے ٹکرا کر سکون پا گئی، اور اُس قاسر کی ٹکر کی قوت سے جو متحرک ہو کر پلٹی اُسکا نہیں جیسے گنبد سے ٹکرا کر جو آواز پلٹی ہے، یا کنوئیں کی پلٹی ہوئی آواز، یا صحرا کی صدائے بازگشت نامعتبر ہے۔ آیتِ سجدہ پلٹی ہوئی آواز سے جسے مسموع ہو، اُس پر سجدہ اسلیے واجب نہیں ہوتا کہ اب جو پلٹی ہوئی آواز ہے، یہ اگرچہ وہی دہنِ قاری سے نکلی ہوئی ہے مگر قاسر سے ٹکرانے کی وجہ سے اس حیثیت کی نہ رہی، اب اس قاسر کی ٹکر کی قوت سے کان تک پہنچی ہے (لاؤڈ اسپیکر میں) یہ نہیں کہ بجلی کی قوت سے فضا کی ہوائے قاسر جہاں تک دفع ہو گئی ہے بے کسی اور قاسر سے ٹکرائے ہوئے بے اُس قاسر کی قوتِ دفع کے شامل ہوئے محض بجلی کے اس فعل سے کان تک پہنچی ہے ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند الباری ولِعالٰے اعلم۔ اعلحضرت قدس سرہٗ کی کوئی عبارت ایسی نہیں ہے، جس سے یہ سمجھا جائے کہ اعلحضرت قدس سرہٗ کے نزدیک محض لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر انتقالات کرنے والے کی نماز درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفےٰ رضا خاں، دار الافتاء بریلی شریف ۱۳۸۰ھ ربیع الآخر

(۱) ھٰذا حکم العالم المطاع وما علینا الا الاتباع فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی نعیمی (محدث اعظم ہند)
(۲) الجواب ھو الصواب عبد العزیز امجدی نعیمی عفی عنہ شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور۔ (۳)
ھٰذا ما ظھر لی الآن لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا الفقیر حبیب الرحمٰن القادری النعیمی الامجدی
(مجاہد ملت آل انڈیا تبلیغ سیرت)۔ (۴) الجواب صحیح غلام محمد خاں جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور
نزیل بریلی شریف۔ (۵) الجواب صحیح واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ
وعلیٰ الہ وسلم فقیر ابو الطاہر محمد طیب قادری غفرلہٗ مفتی شہر جاورہ۔ (۶) ھٰذا اصاب فیما
اجاب واللہ ورسولہ اعلم بالصواب جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ
فقیر عبید الحشمت محمد یعقوب قادری رضوی حشمتی دمعاوے پوری گونڈہ غفر اللہ القوی وارد حال پیلی بھیت
(۷) واشھد بذٰلک ان الجواب کذٰلک فقیر محمد حبیب اشرفی قادری۔ (۸) الجواب صحیح
تراب علی خطیب جامع مسجد حسین گنج کانپور۔ (۹) ھٰذا ھو الحق المبین واللہ تعالیٰ ورسولہ
اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر ابو الوجاہت عبید الضیاء محمد وجیہ الدین قادری
رضوی ضیائی غازیپوری غفر المولی القوی ذنبہ المعنوی والصوری خادم آستانہ عالیہ ضیائیہ پیلی بھیت ۲۸ صفر ۸۶ھ
(۱۰) الجواب ھو الصواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب فقیر عبد الحکیم اشرفی پورنوی ۴ ربیع الاول ۸۶ھ
(۱۱) الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم علمہ اتم احکم محمد نذیر احمد قادری رضوی صدر مدرس مدرسہ
آستانہ عالیہ شیریہ پیلی بھیت۔ (۱۲) الجواب ھو الصواب بعون الملک الوھاب محمد شمس اللہ
صدیقی بستوی مقیم حال پیلی بھیت انہ لقول فصل وما ھو بالھزل۔ (۱۳) فقیر ابو الظفر
محب الرضا محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی غفر لہٗ ذنبہ جامع مسجد اہلسنت
مدنپورہ ۱۶۶ بمبئی ۸۔ (۱۴) الحق ھٰذا ھو الحق والصواب والاجر والثواب فقیر محمد مشاہد رضا خاں
قادری برکاتی رضوی حشمتی عفی عنہ۔ (۱۵) باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً الجواب صحیح والصواب
محمد رجب علی قادری غفر لہٗ۔ (۱۶) الجواب صحیح ثناء اللہ الاعظمی غفر لہٗ (محدث دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف)
(۱۷) ھٰذا الحکم ھو حکم الشریعۃ وخلافہ باطل عند الشریعۃ ھا انا مجیب الاسلام نسیم الاعظمی

مدرس دار العلوم مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف ۲۶ صفر ۸۰ھ - (۱۸) الجواب صحیح تحسین رضا خاں غفرلہٗ مدرس مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف - (۱۹) الجواب حق والحق احق ان یتبع خواجہ مظفر حسین مظہری رضوی مدرس مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف (۲۰) الجواب صحیح والمجیب مثیب خواجہ ابو القاسم اشرفی مدرس مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف

مفتیِ پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات صاحب نعیمی مدظلہٗ لاہور

سوال :- کیا لاؤڈ اسپیکر کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- وھو الموفق للصواب، لاؤڈ اسپیکر کا استعمال وعظ خطبہ اذان تلاوت قرآن نعت خوانی اور خبر رسانی کیلیے جائز ہے، اور لاؤڈ اسپیکر پر نماز میں اقتداء ناجائز - بلکہ جن نمازیوں کو امام کی تکبیرات کی آواز نہیں پہنچتی ہے اور وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز سُنکر رکوع وسجود کرتے ہیں اُنکی نماز فاسد اور کالعدم ہوگی، اسلیے کہ لاؤڈ اسپیکر قایم مقامِ مکبّر اور مبلغ ہے، اور مکبّر و مبلغ کا جامع جمیع شرائط ہونا اور امام کا شریکِ فی التحریمہ اور شریکِ فی الادا ہونا اور اہلِ نیت سے ہونا ضروری ہے، اور میکروفون اور آلۂ جہیرِ الصوت میں ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی، اور لاؤڈ اسپیکر کی صدا صدائے صحرا یا گنبد کی آواز کے معنی میں ہے - شامی میں ہے ولکن الثالث المبلغ اذا قصد الاعلام فلا صلوٰۃ لہ ولمن یصلی بیعتہ ھذہ الحالۃ لانہ اقتدیٰ بمن لم یدخل الصلوٰۃ - یہ تو اس بنا پر ہے کہ آلہ کی آواز امام کی آواز کا مثل اور غیر مانا جائے جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے، اور بالفرض امام کی ہی بعینہٖ آواز تسلیم کیجائے، تو یہ آواز زائد علی الحاجۃ ہے - بایں طور کہ امام کی آواز بھی مقتدی سنتے ہیں، اور اسکی بھی، تو یہ بدعتِ منکرہ اَی مکروہ تحریمیہ ہوگی - شامی جلد اول میں ہے واعلم ان التبلیغ عند عدم الحاجۃ الیہ بان بلغھم صوت الامام مکروہ وفی السیرۃ الحلبیۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان التبلیغ حینئذٍ بدعۃ منکرۃ ای مکروھۃ واما عند الاحتیاج الیہ فمستحب - یہ مکبّر کی

(نوٹ) :- تمام جماعتوں کا متفقہ فیصلہ اگر مطلوب ہو، تو مولانا محمد عبد السلام صاحب باندوی اعزازی ناظم [illegible] کراچی سے طلب فرمائیں -

آواز کے بارے میں ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ میکروفون اور لاؤڈ اسپیکر کی آواز صوتِ امام نہیں، بلکہ مثل و مشابہ صوتِ امام ہے۔ جیسے کاپی سے جو پریس میں چھاپا، وہ کاتب کے بعینہٖ نقوش نہیں، بلکہ اُسکے مثل ہیں، اور اقتداء میں علمِ صوت یا فی حکم صوت الامام ہونا چاہیئے فقط ھذا عندی، المولی تعالیٰ اعلم بالصواب۔　　(دستخط)

لتعالی اللہ طبع شد منبع نور

۱۳۸۰ھ

نگہدارِ ارشادِ خیر العباد
پئے دفع جہل و عناد و فساد
بلا ریب و شک قولِ مقبول ہست
نمی خواہد از ہیچ کس بالیقیں

شناسندۂ نکتۂ اجتہاد
کتابے نوشت است حسبِ مراد
عجب نسخۂ علم و فہم و وداد
فقیہِ زماں صاحبِ داد۔ داد

بگوا ے معینِ نعیمی بگو
کہ تاریخ او شد فضیلت نہاد
۱۳۸۰ھ